

جلسہ سزہ خرب الہ انصار بھیرہ (مغربی پاکستان) کا ترجمان



حزب الانصار

(دین کے مددگاروں کا گروہ)

پنجاب کا سب سے بڑا اسلامی تبلیغی ادارہ جو ۱۹۲۹ء سے اسلامی خدمت میں سرگرم ہے جامع مسجد بھیرہ کی عظیم الشان عمارت کی مرمت دارالعلوم عزیزہ بھیرہ کا اجراء اور اس کے مانت کئی جگہ مدارس عربیہ کا قیام دارالمبلغین سالانہ تبلیغی کانفرنس غرض ہر طریقہ سے مسلمانوں کی تعلیمی - اقتصادی اور مجلسی اصلاح اور تنظیم کے لئے مسلسل سعی جاری ہیں جماعت کا ترجمان جریدہ شمس الاسلام ہر ماہ بھیرہ سے شائع ہوتا ہے - حزب الانصار کے قائم کردہ ذہنی اداروں کی امداد اور جریدہ شمس الاسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیکر اور جماعت کے معاون بنکر ثواب دارین حاصل فرمائیں -

افتخار احمد بکوی کان اللہ

اسپر حزب الانصار بھیرہ پنجاب

بیان کا ترجمان حضرت مولانا محمد علی صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ

تحت لائسنس

مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بکوی میر خرب الہ انصار بھیرہ

مدیر مسئول
غلام حسین

غلام اللہ
محمد علی
سازین
غلام حسین

سالانہ چندہ

معاذین سے ۵۰/-
غیر معاذین سے ۳۰/-
کتاب سے ۲۰/-

سالانہ چندہ

عام سے ۳۰/-
طلبہ سے ۲۰/-
فی پرچہ ۱۰/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله الذي جعلنا من آل أبي طالب
محبين له ورسوله
محبين له ورسوله
محبين له ورسوله

حزب الانصار بھیر

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام (۲) اصلاح رسوم باقیات شریعت اسلامیہ و احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
طریق کار (۱) جریدہ شمس اسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں سے ذریعہ اسلام کی ترویج ہے۔ (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پید کی جارہی ہے۔ (۴) عظیم نشان سالانہ کانفرنس۔ (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ جامع مسجد بھیرہ کی مرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ ہرگز بڑی ماہ کی پانچ تاریخ کو یا چندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔
- ۲۔ مدیر کا مقصد ان تمام مسائل کی بات کے ساتھ متفق ہونا ضروری نہیں۔
- ۳۔ ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ و کتب کم از کم چار ماہ یا تین برسے سالانہ مقرر ہے۔
- ۴۔ عام سالانہ چندہ سے ۳۰/- معاذین سے ۲۰/- طلبہ سے ۱۰/- غریبوں سے ۵/- نمونہ کا پرچہ ہر ملک کو موصول ہو کر بھیجا جاتا ہے۔
- ۵۔ رسالہ باقاعدہ تاریخ پر مال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل امت میں کتب ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں فریاد کی جائے۔
- ۶۔ تاریخ ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہو پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار ہوگا۔
- ۷۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ (۱) متن و نشان ڈاک سے بھیجا جائے۔ (۲) جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ (۳) جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔

جلد خط و کتابت و ترسیل سر بنام: **غلام حسین** ایڈیٹر شمس اسلام بھیرہ بھیرہ

سرخ نشان

دارالعلوم میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ دہی و بی اس سال ہوگا۔ جس کے نامہ انورا جا سکتے ہیں کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ فریادیں منظر و نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا داری و بی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرنے وقت فریادیں غیر کا حوالہ ضرور دیں۔

غلام حسین ایڈیٹر شمس اسلام

بھیرہ	<p>شمالی سلام</p> <p>۷۸۶</p> <p>ماہنامہ</p>
جلد ۲۵	<p>شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۷ء</p> <p>شمارہ ۶</p>

فہرست مضامین

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون
۲	ادارہ	بزم انصار
۵	"	شذرات
۱۰	"	رسائل و مسائل
۱۳	عساکر کے قلم سے	ابن زبیر کی شہادت اور ان کی حیات مبارک کے حقیقہ الحقول کا رمانے
۲۳	مولانا محمد امین صاحب کوٹلی جھنگوی	آخری السلام
۲۶	مولانا غلام دستگیر صاحب نامی	حضرت ابو بکر صدیق
۳۰	مولانا محمد عظیم صاحب بڈہ	ملکتِ جسم (بچوں کا صفحہ)
۳۱	ادارہ	انتخابِ عالم

باجام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چیمبر دفتر جدید شمالی سلام جامع مسجد بھیرہ شائع ہوا۔

فکیت کیرگی

بزم انصار

دارالعلوم

ادارہ

دارالعلوم غزنیہ: مر کے طلبہ کی خدمتیں چاہشوال کو قسم

ہو گئی تھیں۔ اور پانچ سوال کو طلبہ نے قدیم کی ماضی اور ملکیا جنت کا داخلہ شروع ہوا۔ دارالعلوم غزنیہ کا داخلہ چھین سوال تک کھلا رہیگا طلبہ

علوم دینیہ اس دوران میں داخل ہو سکتے ہیں۔ بیرونی طلبہ سے سبق طبعی و قیام و طعام کا مدرسہ کفیل ہوگا۔ ص

ورخواست: مرشدین اور خیر خواہان قوم کو خصوصاً درخوا کجائی پر حرکت لپٹ سہرا و گاؤں کے عظیم اولاد وارث نیچے جو کہ اپنی عمر عزیز

کو ضائع کر رہے ہیں انکو دارالعلوم غزنیہ میں بھیجیں۔ اگر آپ بچہ کو براہ نہیں لاسکتے تو بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع کریں، تاکہ کسی کارکن کو بھیجے

بچہ کو منگوا لیا جائے۔ مولوی فاضل فہشی قابل: مر مولوی فاضل اور فہشی قابل

کی کلاسوں کا باقاعدہ اجراء کر دیا گیا ہے۔ شائقین حضرت جلالہ علیہ السلام کی سبکی

اضافہ: مر مذکورہ بالا کلاسوں اجراء کے باعث عمدہ دارالعلوم میں مولانا نجمہ زکریا صاحب مولوی فاضل فہشی فاضل۔ فاضل دارالعلوم غزنیہ کا

قابل قدر اضافہ کیا گیا ہے۔ ابدال: مر حضرت مولانا افتخار احمد صاحب بکری مشتم دارالعلوم غزنیہ نے

جسکے موقع پر اپیل کی کہ آپ حضرت پوشیدہ نہیں کہ دارالعلوم کے طلبہ کے قتل و خوات ہیں۔ مدرسہ کی مستقل آمدن جسکے باعث تمام انراجات

محض باب خیر کی توجہ سے انجام پذیر ہوئے ہیں۔ اب چونکہ گندم کاموسم سے اسلئے ہیں اور شہوت حضرت اپیل کرتا ہوں کہ زکوٰۃ اور عشر کی تہ سے طلبہ دارالعلوم کیلئے قدم کی امداد فرما کر عند اللہ ناجور ہوں۔

پانچ حضرت مشتم کی درخواست پر مندرجہ ذیل حضرت گندم

یار قم برکتی گندم رحمت کی اللہ تعالیٰ انکے عطیوں کو قبول فرماتے ہوئے

مزید یمن امداد کی توفیق مرحمت فرمائے۔ تفصیل خرید کر گندم

(۱) الحاج خواجہ محمد شریف صاحب بزاز

(۲) محترم اللہ دین کوٹلو فی بخش صاحب کراہہ فروشی

(۳) محترم میاں عطاء الدینی صاحب بزاز

(۴) میاں عبد الکریم صاحب فہشی مشور بھیرہ

(۵) محترم خواجہ کرم آبی صاحب غزوہ فروشی

(۶) حاجی محمد مدین صاحب حلوائی بھیرہ

(۷) حاجی گل محمد صاحب

(۸) محمد خان صاحب نمبر دار

(۹) خواجہ محبوب الہی صاحب خواجہ بوٹ ماؤس

(۱۰) مولوی محبوب الہی صاحب بھیرہ

(۱۱) معلوم الاسم

(۱۲) حافظ غلام قادر صاحب

(۱۳) ملک لال خان صاحب

(۱۴) شیر محمد صاحب

(۱۵) محمد رمضان صاحب

(۱۶) میاں شرف الدین صاحب

(۱۷) بلدیہ محترم شیخ جلیل صاحب (قطرانہ)

(۱۸) محترم چودھری صاحب اور سیر

(باقی آئندہ)

مولانا سید رسول صاحب مولوی قلی رسول صاحب کی خدمات صاحب کی کراہی گئی ہیں۔ انما بعد ان طلبہ حضرت مولانا

(باقی صفحہ ۵ پر دیکھیں)

کہ جب تک خدمت میں حاضر ہوں تو مجلس مرکزیہ دارالانصار کی احانت فرماں منوں فرمائیں

شذرات

(الشر)

قومی زبان کا نیا فارمولا | ہماری ارباب اقتدار اور پاکستان دستور سازانہ اسمبلی کے ارکان نے پاکستان کی دستور سازی میں بعض خود غرضیوں اور اسلامی دستور سے گریز کرنے کی بناء پر جو ناروانا نیرکی اور اسلامی اصولوں کے مطابق دستور بنانے سے قرار اور نئے کام کے مطالبات کو طائلے کے لئے جو نہایت قیمتی سات سالہ فدا نفع کرشمے اس کا نتیجہ یہ ہونا تھا اور تھا کہ قیام پاکستان کے وقت جو امور بالکل طے شدہ حیثیت رکھتے تھے وہ بھی سیاسی طالع آزمائوں اور جاہ پسندوں کی تخریبی کارروائیوں سے ناسمجھی بن گئے۔ اور مرکز اور اسمبلی کے ایوانوں میں بھی جوتیوں میں دال بیٹھے لگی۔ اور اخبارات کے صفحات پر اور جلسوں کے پلیٹ فارموں پر بھی اختلافات اور متخالف بیانات کا سیلاب اڑ آیا۔ اس میں شک نہیں کہ قیام پاکستان کے وقت مشرق و مغرب دونوں کا اردو پر پورا اتفاق تھا۔ اور اگر قوت دستور سازی کی گاڑی چلائی جاتی تو ملک کے لئے ایک قومی زبان متعین کرنے میں کوئی شک نہ رہتا تھا۔ نہ بنگالی اور نہ جملہ گھڑا ہوتا اور نہ پشتو اور سندھی کے جھگڑے بلند ہوتے لیکن اس خرافات اور تعویق کا اثر یہ ہے کہ ہماری ان سیاست دانوں نے جن کا کام ہی تخریب ہے اور جو اپنی ذاتی اغراض پر ملک و ملت، دین و ایمان اور نصب العین سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ اس مسئلے کو صوبائی تعصبات کا مسئلہ بنا دیا۔ اور آگ لگا کر پھر تقریروں اور الیکشنی نعرہ بازیوں سے اسکو خوب ہوا دی اور جب قتنے کے شعلے بھڑک اٹھے اور اس آتش سوزی میں ملک کی

سالمیت اور ملک کا اتحاد و استحکام سب کچھ بل کر ہضم ہونے لگا۔ تو پھر بھی خوش تدبیروں سے اس آگ کو بجھانے اور ٹنڈا کرنے اور انہماک و تفہیم سے قتلہ کی اصل بڑوں کو کھانا پھینکنے کی بجائے دونوں طرف سے آئینیں پڑھائی گئیں۔ اور زمی و مسالمت اور برادریانہ خیر خواہی اور معقول دلائل کے ساتھ سمجھانے کی بجائے سختی سے کام لیا گیا۔ ایک طرف اردو کی تائید میں معقول دلائل دیئے اور جبکہ واقعہ میں ہے اسکو قومی زبان قرار دینے کی اہلیت سمجھانے کی بجائے بنگالی پر تنقید کی گئی۔ جس کو خسر پسندوں نے آڑ بنا کر بنگالیوں کے جذبات کو اہلکار اور ان کی عصبیت کو براگفتہ کر کے ان کو مجبور کر دیا کہ وہ بنگلہ زبان کے مطالبہ پر ڈٹ جائیں۔ اور انجام ہو کچھ بھی ہو لیکن وہ اپنی ضد کو نہ چھوڑیں۔ اور دوسری طرف بنگلہ کو مقبول و محبوب اور دلکش بنانے کی بجائے اردو دشمنی کو شاعر بنایا گیا۔ بلکہ مستعجب و تنگ نظری رد میں یہاں تک ہے قابو ہو کر بہہ گئے کہ زبان کیا، ہر وہ چیز جو غیر بنگالی ہو اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ مسلم لیگ کی بد اعمالیوں نے سیاسی غرض مندوں اور جاہ پسندوں کو اس قدر دیر کر دیا تھا کہ وہ کھلے بندوں صوبائیت کا یہ زہر ملک میں پھیلا رہے تھے۔ الغرض مشرقی اور مغربی پاکستان کی اس کشمکش نے ہماری دستور سازانہ اسمبلی کو آج اس مقام پر لاکھڑا کر دیا ہے کہ وہ ایک میدان کارزار بن چکی ہے۔ اور دو متحارب فوجیں بنگالی قومی زبان ہو کے بے لگی۔ اور نہیں چھگی کے نورے بند کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بدگمانی سے بچائے۔

لیکن جہاں تک ان لوگوں کے سلاط، اور سیرت و کردار کو دیکھ کر اندازہ ہے، البتہ یہ کہنا درست ہے کہ ”ہمو کے شہرے گی“ کے علم بردار بھی بنگلہ کے عاشق نہیں بلکہ ان کا اصل نظریہ تو یہ ہے کہ ابدلاً ہاد تک انگریزی ہی قائم رہے گی۔ اور جو اردو کے عاشق صادق ہونے کے دعویدار بن کر ”بنگلہ نہیں ہوگی“ کے لئے مینہ سپر ہو کر میدان میں نکلے ہیں وہ بھی انگریزی زبان پر ایمان رکھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ تاقیامت اس ملک میں ہم برسر اقتدار ہوں اور ہماری زبان انگریزی ملک و قوم کی زبان ہو۔ لیکن اس کے باوجود بنگالی ممبروں نے بے حد میں کہ انتخابات میں مسلم لیگ کی شکست فاش کے بعد محض اپنی قوم کی نمائندگی کے دعوئی کو درست ثابت کرنے کے لئے بنگلہ ہمو کے شہرے گی پر اٹھتے ہوئے ہیں۔ اور مغربی پاکستان کے ممبران اسمبلی قوم میں اپنی غیر مقبولیت پر پردہ ڈالنے امداد سرنو مقبول بننے کے لئے بنگلہ نہیں ہوگی، پرامر کہ ہے ہیں۔ ان حالات میں دستور سازی کی گاڑی کو آگے چلانے کے لئے وزیر اعظم مشر محمد علی صاحب نے وہ فارمولا پیش کر دیا جس میں اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبان کی حیثیت دیدی گئی ہے۔ صوبائی اسمبلیوں کے مطالبہ پر صدر مملکت دوسری صوبائی زبانوں کو بھی یہ درجہ دے سکے گا۔ اور دس سال کے اندر کوئی مشترکہ قومی زبان تلاش کی جائیگی۔ اور بیس سال تک انگریزی زبان رائج رہیگی۔ اور بیس سال کے بعد بھی انگریزی زبان کو رائج رکھنے کی توسیع ہو سکتی ہے۔

یہ فارمولا پیش ہوا اور بنگالی ارکان کی اکثریت سے حسب دستور منظور ہوا۔ اس کے خلاف نایا بنگالی کا اظہار کرنے کے لئے مرکزی وزارت کے سات ارکان اسمبلی کے اجلاس سے غیر حاضر ہو گئے۔ اور ان کے علاوہ چند دوسرے

حضرات نے بھی غیر حاضری کے ذریعے احتجاج کیا۔ انھما کی اطلاعات کے مطابق ایک طرف یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ان ”یاغی اور سرکش“ ارکان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جانی چاہئے۔ جنہوں نے تمام پارلیمانی آداب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور دوسری طرف، یہ امکان بھی پیش کیا جا رہا ہے کہ ارکان وزارت زبان کے مسئلے پر مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں۔

ہمارا یہ بختہ نظریہ ہے کہ ملک کی وحدت و استحکام کے لئے ایک زبان ہی مفید ہے۔ اور وہ زبان اردو ہی ہوگی ہے۔ لیکن جب خود انہی سیاست دانوں نے مطالبہ کر اس قدر الجھا دیا ہے اور حالات بگاڑ دیے ہیں تو اب بجز اس کے کہ تمام ناگوار یوں کے باوجود فی الحال اکثریت کے فیصلہ کو مان لیا جائے۔ تاکہ دستور سازی کی گاڑی آگے کو چلے اور آپس کی مصافحہ سے حالات اور خراب نہوں۔ اور ملک کی سالمیت و استحکام کو نقصان نہ پہنچے۔ ہواک آؤ مطا یا غیر حاضری، طعن و تشنیع، تنقید و تنقیص اور اس قسم کے دوسرے تمام طریقے مسئلہ کو سلجھانے کی بجائے الجھا دیں گے۔ صرف اردو ہی کو قومی زبان قرار دینے کے لئے پوری نرمی و مسالمت کے ساتھ ایسے طریقے اختیار کرنے چاہئیں جو کشمکش کو دور کر کے اہل بنگال کو اردو پر رضامند کر دیں۔ ان حالات میں اپنی ضد پراٹھا جانا یا اس مسئلہ کو قوم میں ہردلعزیزی کا ذریعہ بنانا جیسا کہ سیاسی بازیگر یکھیل کھیل ہے، نہ دانشمندی ہے اور نہ اردو دوستی۔ ساتھ ہی اگر ہماری یہ حقیر آواز مشرقی بنگال کے مسلمانوں تک پہنچ سکتی ہے یا کوئی خدا کا بندہ بنگلہ زبان ہی میں ان بھائیوں تک ہماری یہ درد مندانہ درخواست پہنچانے کی تکلیف کر کے پہنچا سکتا ہو تو ہم ان کی خدمت میں

شیاست نادانوں، "یڈروں" و "گکشی" نعرہ بازوں کی زبان سے نہیں، جن کا نعرہ ملٹوم سے نیچے نہیں ہوتا۔ بلکہ دل چیر کر ہمدانہ اور خالص اسلامی حدود کو پیش نظر رکھ کر مخلصانہ زبان سے عرض کرتے ہیں۔

مگر ہم آپ حضرات کے اس رویہ پر حیرت ہوتی ہے کہ آپ انگریزوں کے زمانہ سے اپنے لئے اردو کی تعلیم ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس کے لئے مدتوں سے کوشش کرتے

چلے آتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یکدم آپ صرف بنگالی کے اس قدر شیفقت کیوں ہو گئے کہ پورے پاکستان میں اردو اور بنگالی کی برابری کے مدعی ہیں۔ بنگالی یقیناً آپ کی مادری زبان ہے، بس سے کوئی بھی آپ کو محروم نہیں کر سکتا۔

اور اردو کے مرکزی حکومت کی زبان بن جانے کے بعد بنگالی زبان کی عوامی اہمیت میں کوئی فرق نہیں آتے گا۔ پھر اردو کے ساتھ بنگالی کو بھی پورے پاکستان کی قومی زبان بنانے

پر کیوں اصرار ہے۔ ہر ملک کی قومی زبان ایک ہوتی ہے۔ مثالوں کے لئے دنیا کے دوسرے ملکوں کو تلاش کر کے بجاتے اپنے پڑوسی ملک بھارت، ہی کو دیکھئے اتنے طویل و عریض اور مختلف زبانوں والے ملک میں قومی زبان ایک ہی ہے۔ اور وہ ہندی ہے۔ جو کسی صوبہ کی زبان نہیں۔

اس لئے اردو کے ساتھ بنگالی کا مطالبہ ایک ایسی بات ہے جو ملک کے دشمن ہی کے لئے مفید مطلب ہو سکتی ہے۔

تاکہ پاکستان میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے اور مشرق و مغرب کی کشمکش اور تعادیم و مخالفا اسی مسئلہ پر شروع ہو جائے۔ دیکھئے انگریزوں کے زمانہ میں ایک اجنبی زبان انگریزی کے مقابلہ میں تو آپ نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ اس زبان کی سب سے زیادہ پذیرائی اہل بنگالی ہی نے کی۔

اور بنگالی ہی انگریزی دانوں کا گڑبھ تھا۔ اس لئے اب قیام پاکستان کے بعد وہ کو جو ایک کٹی اور پاکستان کے ایک بڑے طبقہ کی علمی و تہذیبی زبان ہے۔ انگریزی جبکہ دینے میں کیوں نہیں ہے۔ آخر آپ کا پڑوسی مغربی بنگال کبھی تو ہے۔ بنگالی زبان کی بھی مادری زبان ہے۔ لیکن اس نے خاموشی کے ساتھ ہندی کو قومی زبان تسلیم کر لیا۔ اور بنگالی کو اس میں شریک کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ پھر آخر مشرقی بنگال والوں کو اور خاص کر وہاں کے مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس مطالبہ پر اصرار کرتے

ہاں ہیں اور کسی دلیل پر توجہ نہیں کرتے۔

بنگالی کی حمایت میں آپ حضرات کی پس بھی ایک دلیل ہے کہ وہ پاکستان کی اکثریت کی زبان ہے۔ اول تو یہ دلیل خود کوئی زیادہ وزن دار نہیں جیسا کہ ہم آئندہ عرض کریں گے۔ مگر اردو کے دلائل کے مقابلہ میں اس دلیل کا کوئی وزن ہی نہیں۔ خود اپنے پڑوسی ہندوستان ہی کے عمل سے اس کا جواب مل سکتا ہے۔ جہاں ایک ایسی زبان، قومی زبان بنایا

گیا ہے جو اکثریت کی کسی اقلیت کی بھی زبان نہیں ہے۔ مگر حکومت کے فیصلہ کے سامنے سمجھنے میں تسلیم کر دیا

اور تمام جماعتوں نے اور تمام صوبوں نے بلا چون و چرا اسے قبول کر دیا۔ اور کسی صوبہ نے بھی ہندی کے ساتھ اپنے صوبہ

کی زبان کو قومی زبان بنانے پر اصرار نہیں کیا۔ اس لئے کہ ہر ملک کی قومی زبان ایک ہی ہوتی ہے۔ اور وہ وہی ہو سکتی ہے جو

پورے ملک میں مشترک، اسکی تہذیبی و ادبیات کی ترجمان اور

سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہو۔ اس لحاظ سے اردو ہی پاکستان کی مشترک قومی زبان ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور تمام

زبانیں صوبوں کے اندر محدود ہیں۔ صرف اردو بنگال پاکستان

پہنچ جاتی ہے۔ اور پورے مغربی پاکستان کے تعلیم یافتہ طبقہ اور مشرقی پاکستان کے بھی ایک طبقہ کی علمی و تہذیبی

اور لاکھوں مہاجرین کی مادی زبان ہے۔ اور پاکستان کی تمام زبانوں پر سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ بنگالی لاکھ ترقی یافتہ سہی مگر پاکستان کے قومی وطنی نقطہ نظر اس کو اردو سے کوئی نسبت نہیں۔ وہ ہندو مسلمان دونوں کی کوششوں کا شرف ادا دہنوا تہذیبوں کی ترجمان ہے۔ اور اپنے جن میں صدیوں کا علمی و تمدنی سرمایہ رکھتی ہے۔ جس کی مشرقی بنگال کے مسلمانوں کے لئے بڑی ضرورت ہے۔ ورنہ آپ جس طرح اب ملک سرحدوں کے مسلمانوں سے الگ تھلک اور تہذیب و تمدن میں جدا ہے آئندہ بھی رہیں گے۔ اس لئے قومی وطنی نقطہ نظر سے اردو مشرقی بنگال کے لئے ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر آپ پاکستان کی تہذیبی سطح پر نہیں آسکتے۔ اور ملک کی مشترک تہذیب کو اپنا نہیں سکتے۔ اور اس لئے مشرقی بنگال کا بھارت طبقہ آج بھی اردو کا حامی ہے۔ اگرچہ آج کل کے اس بنگالہ باد ہو اور رفتار خٹنے میں ان طوطوں کی آواز سنائی نہیں دیتی اس کے علاوہ مغربی پاکستان پورہ اکاپورا اردو دھماسی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں چند خود غرض سیاسی بادی گردن کی نئی آوازوں کے سوا جن کو ریاست بھی آپ ہی کے مطالعہ کے مستحق ہے کسی نے بھی اپنی صوبائی زبان کا سوال نہیں اٹھایا۔ مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان کے مقابلہ میں صرف عادی اکثریت حاصل ہے۔ مگر ایک وفاقی حکومت میں اس کے ہر یونٹ کو ثقافت و کثرت کا مطالعہ کے بغیر یکساں حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور یونٹوں کے لحاظ سے مشرقی بنگال کے ایک یونٹ کے مقابلہ میں یہاں مغربی پاکستان میں چار یونٹ اور وفاقی حمایت میں ہیں۔ لیکن اس سے قطع نظر ضرورت کو قومی زبان قرار دینے کے لئے وجہ ترجیح یہ ہے کہ بنگالی مغربی پاکستان میں کہیں بھی اور کسی طبقہ میں بھی نہیں جاسکتی۔ اور آج مولانا جہاں آبادی یا مشرقی سرحدی مغربی

پاکستان کے کسی بڑے بڑے شہر میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی اپنی بنگالی زبان میں تقریر کرنا چاہیں تو ایک فرد بھی کچھ نہ سمجھے گا جتنی کہ سننے والوں کو یہ قہ بھی نہیں لگ سکے گا کہ تو کس موضوع پر ہوئی ہے۔ لیکن اردو مشرقی پاکستان میں بھی بہ آسانی سمجھی جاتی ہے۔ ہر شہر ہر قصبہ جگہ دو مقامات دیہات تک میں سمجھ کر کچھ لوگ ہر طبقہ کے ایسے مل سکتے ہیں جو اردو کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور کافی۔ بلکہ اظہار مافی الضمیر کر سکتے ہیں۔ اور نہ جاننے والا بنگالی تو مغربی پاکستان میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرے گا۔ لیکن بنگالہ نہ جانے والا پنجابی یا سرحدی بنگال کے دیہات میں بالکل سفر کر سکتا اور اپنی ضرورت یا بات بہ آسانی حاصل کر سکتا ہے لہذا اس موقع پر یہ دلیل درست نہیں کہ کہ بنگالی جن کی اور سی زبان ہے ان کی تعداد زیادہ ہے تو بنگالی قومی زبان قرار دی جائے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میں زبان کو پسے ملک میں زیادہ لوگ بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں وہ قومی زبان ہونی چاہئے۔ اور اس اعتبار سے اردو سمجھنے والے بنگالی سمجھنے والوں سے زیادہ ہیں۔

کہن نہیں جانتا کہ بنگال میں چھوٹے چھوٹے دیہات تک میں ہزاروں عربی مدارس و مکاتب موجود ہیں۔ جن کے اساتذہ و مدرسین وہ علماء ہوتے ہیں جو یو، پی، ڈی اور بار کے مدارس دینیہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور مدرسہ عالیہ رامپور، مدرسہ تحفہ الہی دہلی، مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد وغیرہ میں علوم دینیہ کی تحصیل کئے ہوئے ہیں۔ اور جو اردو زبان کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہوتے ہیں۔ اس حساب سے دیکھا جائے تو مشرقی بنگال میں لاکھوں علماء و کرام اردو دان موجود ہیں۔ اور ان کے ساتھ اردو لٹریچر کا عظیم ذخیرہ ہوتا ہے جس سے وہ خود علمی فوائد حاصل کرتے ہیں

یہ لاکھوں علماء کرام اردو زبان کی علمی کتابوں سے جتنا استفادہ کرتے اور پھر عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ان کا سہا معہ بھی بنگالی زبان کی کتابوں سے نہ استفادہ کر سکتے ہیں اور نہ لکھتے ہیں۔ آخر ان سارے حقائق پر سوچ لگی کہ ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ محض جذبات کی رو میں جھوٹا اور غلط کے دشمنوں کو خوش کرنا کماں کی دانشمندی ہے۔

اور دیکھئے جب قوی دلیل یہی ہے کہ پاکستان ہنس نظریہ کے ماتحت قائم کیا گیا ہے اس کے لحاظ سے اردو کے علاوہ اور کوئی زبان اس کی قومی اور مرکزی حکومت کی زبان ہو ہی نہیں سکتی۔

ہندوستان سے وہاں کی حکومتیں اسے ملک بدر کر دیا فر دہم فائدہ کے کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے۔ اور یہاں سے ہم اسے خارج البلد کر دیں کہ یہ تو پاکستانی معہ ہوں میں نہ کی صوبہ کی زبان نہیں۔ یا عددی اکثریت والے صوبہ کی زبان نہیں۔ تو اس طرح اردو زبان دہ دہ پھر کر فنا ہو جائیگی۔

اور ہمارا وہ تمام علمی، تہذیبی، تمدنی، سیاسی سرمایہ جس کو اردو زبان نے محفوظ کیا ہے، ہمارے ہاتھوں سے حل ہو جائیگا۔ اور مختلف صوبوں اور صوبائی زبانوں کی عصبیتیں ابھر کر فتنہ مالدیاں رونما کیا کریں گی اور پاکستان کی وحدت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ لا اقل سر اللہ +

نہ ہی زبان کا جذبہ احترام | نئی دہلی مرمتی کی ایک خبر ہے:

پاکستان کی سرزمین میں فارسی اور عربی کے کسی لکاو کی یاد ملنے اور اس کے علم و کمال کی قدر شناسی کے طور پر کسی بڑے سے بڑے عالم دین اور قرآن و حدیث کے ماہر کے متعارف کرنے کی کوئی تقریب کیا کبھی منعقد ہوئی ہے؟

پاکستان کی سرزمین میں فارسی اور عربی کے کسی لکاو کی یاد ملنے اور اس کے علم و کمال کی قدر شناسی کے طور پر کسی بڑے سے بڑے عالم دین اور قرآن و حدیث کے ماہر کے متعارف کرنے کی کوئی تقریب کیا کبھی منعقد ہوئی ہے؟

پاکستان کی سرزمین میں فارسی اور عربی کے کسی لکاو کی یاد ملنے اور اس کے علم و کمال کی قدر شناسی کے طور پر کسی بڑے سے بڑے عالم دین اور قرآن و حدیث کے ماہر کے متعارف کرنے کی کوئی تقریب کیا کبھی منعقد ہوئی ہے؟

پاکستان کی سرزمین میں فارسی اور عربی کے کسی لکاو کی یاد ملنے اور اس کے علم و کمال کی قدر شناسی کے طور پر کسی بڑے سے بڑے عالم دین اور قرآن و حدیث کے ماہر کے متعارف کرنے کی کوئی تقریب کیا کبھی منعقد ہوئی ہے؟

مسائل و مسائل

(۱)

سوال: ہر آج کل عام طور سے اخبارات و رسائل میں لٹاری
منجھے شائع ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس میں کوئی شرعی
قباحت نہیں سمجھتے۔ اور معصہ کامل نکال کر وہ نفس و اہلہ شامل
کر کے بیچ دیتے ہیں۔ اور توقع یہ ہوتی ہے کہ شاید قریب اندازی
میں میرا دل درست کئے کچھ لوگ اس کو جوا سمجھنے اور جا بوا
قرار دیتے ہیں۔ آپ بتائیے کہ یہ کام شرعاً کیسا ہے ؟

الجواب: ہر رسائل و اخبارات میں محنتوں اور انصاف کے
انتظامات کی جو صورتیں شائع ہوتی ہیں یہ یقیناً بوجہ کامکار و بار
ہے۔ اور یہ جذبہ قمار بازی ہے۔ جس کو دغیر سبب الفاظ اور
خوشگامیاری کے پردوں میں چھپا کر باہر جوا رہی لوگوں کے
مال لوٹ لیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید جس چیز کو میسر قرار دیکر
جس کو مانگ لیا ہے، اس کی شکل انہی لٹاریوں اور معصہ بازیوں کی ہے
یہ ہر حال معمول کا یہ کاروبار شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔

سوال: ہر بعض تجارتی فرمیں اپنے مال کی زیادہ بخشی و عام
شہرت و قبولیت کے لئے اپنی فرم کی کسی خاص چیز میں چند لٹاری
گھٹ رکھ دیتے ہیں۔ تاکہ اس گھٹ کی خاطر زیادہ سے زیادہ

بقیہ صفحہ گذشتہ - فاعتبروا یا اولی الابصار
بخدا۔ یہ مقصد نہیں کہ ہر معاملہ میں خواہ مخواہ بھارت یا اس حکومت
کے کارپردازوں کی تعالیٰ کریں۔ ایسے واقعات کی طرف متوجہ کرنے کا
مقصد یہ ہے کہ جو کہ غیرت ملی کسی گوشہ میں سوئی پڑی ہو تو شاید
مورید ہو جائے اور اپنے وجود کا کوئی ثبوت دے +

لوگ اس چیز کی خریداری کریں..... مثلاً بسکٹوں کا ایک ڈبہ
جس میں واقعہ ڈیڑھ روپیہ کی قیمت کے بسکٹ رکھے ہوئے
ہوتے ہیں۔ کارخانہ والے دس ہزار ڈبوں میں سے ایک یا دو ڈبوں
میں وہ گھٹ رکھ لیتے ہیں۔ اور اعلان کر دیتے ہیں کہ جس شخص
نے یہ گھٹ ہونے سے پہلے پیش کر دیا، ہم اس کو ایک سائیکل
انعام میں دیں گے۔ اور ڈبہ کی قیمت دہی ڈیڑھ روپیہ ہے۔
اور اس میں البتہ محاسبہ سے ڈیڑھ روپیہ کے بسکٹ بھی
ہیں۔ کمپنی کا مقصد صرف یہ ہے کہ بکری زیادہ ہو۔ اور جو
شخص خواہ گھٹ کی امید سے خریدتا ہو ڈبہ خریدتا ہے۔ اس
پسندیدہ موقی رقم کا پورا نرخ بازار کے حساب سے بدل مل جاتا ہے۔
تو اس صورت میں ڈبہ خریدنا یا گھٹ نکلانے کی صورت
میں سائیکل بطور انعام لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: ہر جو صورت حال میں مذکور ہو گئی ہے اگر
واقعہ ایسا ہی ہے، ڈبہ میں موجود بسکٹ واقعہ میں ہر حال
ڈیڑھ روپیہ کے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ تو سواروپیہ کے ہیں البتہ
گھٹ کی خاطر جو شخص ایک سو سو روپیہ سے ہے، خریدتا ہے ڈیڑھ
روپیہ میں خریدتا ہے۔ اور انعام کا لالچ اسے چاہئے جان بوجھ کر
کم دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ڈبہ کا خریدنا اور
گھٹ نکلانے ہی صورت میں انعام وصول کرنا ناجائز ہے۔

اور یہ قمار میں داخل نہیں۔ بلکہ صرف انعام ہی انعام ہے۔ جو
کمپنی والے اپنی طرف سے دیتے ہیں۔ یہ اشکال نہ کیا جائے کہ
کمپنی تو انعام ہی اس رقم میں سے دیتی ہے جو دس ہزار خریداروں

میں رکھ سکتی ہے۔ اور اس زمانے میں بچے کی تمام پرورش کا
خرج باپ کے ذمہ ہوگا۔ اس اگر بچہ کا خود پاناں دیا جائے تو
اس میں سے خرچ کیا جائے گا۔ قال فی الذر الختاسرا من
الحضانة ثم بعد الاثر بان ماقت اولم قبل اوله طقت
حقها او ترو جنت باجنہی اتم الاثر الخ وايضا فيه وفي
كتب الشافعية قوله الحضانة في مال الحضان
لوله والا فلي من ظلمه نفقته قال شيخنا وقواعدا
تقويه ميغتي به وايضا قال فيه ولحاضنة ائما او
غيرها الحق به ابي بالظلام حتى يستغنى عن
النساء وقد سلب سبيع وبه يقتضى۔ در مختار من الحضانة
(دائش شامی ج ۲ ص ۹۹)

(۲) جو زیورات جہیز میں لڑکی کو دئے گئے تھے۔ اور جو ہر
میں دئے گئے تھے وہ سب کے سب اس لڑکی کا ملوکہ مال ہے۔
اسکی وفات کے بعد نہ اس کی والدہ سائے زیورات کی مالک
ہو سکتی ہے اور نہ خاوند سائے زیورات کو لے سکتا ہے۔
بلکہ یہ سائے زیورات وہ اسی طرح لڑکی کی ملک عا دہ سراسر اسان
اس کے ورثہ میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوں گے۔ اور اگر
وارث صرف وہی ہیں جو سوال میں درج ہیں۔ کہ لڑکی کا ماں دلہ
ہے، ایک بچہ ہے اور والدہ ہے اور بیس۔ تو اس طرح تقسیم
ہوگی کہ کل مال کا ایک پر تعلق شریہ ہوگا۔ جیسا حصہ مقدمہ
لڑکی کی والدہ کو۔ اور باقی بیٹے کو ملے گا۔ اور اگر ان کے علاوہ
اور وارث بھی ہوں تو ان کی تفصیل دیو فیج کر کے پھر پوچھا
جائے تو سوال کے مطابق جواب دیا جائیگا۔

سوال : مرغانہ وال میں ایک نابالغ لڑکی چچا کے پاس
رہتی تھی۔ اس کا باپ کراچی میں تھا اور اس کا تہ معلوم تھا
اس کے خط وغیرہ آتے تھے باپ کی اطلاع اور رضامندی
حاصل کیے بغیر چچا نے اس لڑکی کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ

کے ہاں لے پونجی ہے۔ تو اس صورت میں ایک فریاد کو تو دہ
اور سائیکل دی جاتی ہے اور باقی ہزاروں کو صرف ذہب۔ لستہ
یہ بھی انعامی مسموں جیسی صورت ہو گئی۔ کیونکہ کینی اگر انعام
کا اعلان نہ کرے اور بکٹ فروخت کرے تب بھی وہ یہی قیمت
وصول کر گئی۔ اور اسے جو سہاوتی نفع ہوگا وہ ہو جائیگا۔ یہ
تو وہ اپنے منافع میں سے کچھ رقم انعام کے طور پر دیتی ہے۔
جس طرح وہ اپنے مال کی شہرت کے لئے اشتہارانت پر خرچ
کرتی ہے۔ اور دوسرے ذرائع استعمال کرتی ہے، اس طرح انعام
کا بھی اعلان کرتی ہے تاکہ انعام کی خواہش میں لوگ زیادہ
سے زیادہ متوجہ ہوں۔ اور کینی کے مال کے خریدار بنیں۔
اور خریداروں کو نقصان کسی صورت میں نہیں۔ ان کو دی ہوئی
قیمت کا پورا پورا محاذ و خد مل جاتا ہے۔ الغرض یہ کاروبار
جائز ہے۔ اس پر کوئی شرعی گرفت نہیں ہو سکتی۔

سوال : ایک لڑکی فوت ہو گئی ہے۔ اور چھ بیٹے
کا بچہ اس سے رہ گیا ہے۔ بچے کا والد موجود ہے۔ لڑکی کی
والدہ یعنی بچے کی مانی تھا خدا کرتی ہے کہ پر درغل کے لئے سمجھ
مجھے دیا جائے۔ مگر بچے کا والد اور مادی اسے دینے پر رضامند
نہیں۔ آپ بتا دیجئے کہ شرط اس بچے کی پرورش کا حق کس کو
حاصل ہے۔ اور اخراجات کس کے ذمہ ہوں گے۔

لڑکی کے زیورات پر بھی جھگڑا ہے۔ اس کی والدہ مطالبہ
کرتی ہے کہ مجھے دئے جائیں۔ اور خاوند سب پر خود قبضہ
کرنا چاہتا ہے۔ واضح ہے کہ کیونکہ زیورات بہ طور جہیز وہ والدہ
کی طرف سے لاثی تھی اور کچھ نافرمانی بہ وقت نکاح ہر میں
دئے تھے۔ واضح طور سے بتا دیجئے کہ لڑکی کے زیورات کس کو دئے
جائیں گے ؟

الجواب : مر چھوٹے بچے کی پرورش کا حق ماں کے
بعد مانی کو ہے۔ اور وہ لڑکے کو سات سال کی عمر تک اپنی پرورش

وہ نہیں گئے۔ اور عداوت کا ذوق فوت نہیں ہوتا۔ لہذا اس صورت میں اقرب غائب نہیں، بلکہ حکماً موجود قرار دیا جائیگا۔ واللہ اعلم +

لحقیر ص ۲۲ - عبداللہ کے ظالم و شقی سپہ سالار خباج بن یوسف کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیش کے لئے پیوند خاک ہو گیا۔ اور دنیا میں اپنی غیر فانی یاد کے قصص و حکایات کا انبار چھوڑ گیا۔

شہادت کے بعد حجاج نے آپ کی نعش کو سر بازار سولی پر لٹکا دیا۔ کئی دن تک نعش کے ساتھ یہی بھرتی جاری رہی۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ کے اور ایک نظر بھر کر ابن زبیر کے مجسمے کا یہ المناک سینہ دیکھا۔ کہ چیل کوئے آپ کے جسم پر چپٹے ہوئے نوچ ہے ہیں۔ بہت افسوس کے ساتھ ٹھنڈی سانس بھر کر فرمائے تھے۔ اے ابو حنیبلہ! اللہ تم پر رحم کرے۔ تم بڑے نیک تھے۔ تم میں بڑی بڑی خوبیاں تھیں۔ تم نمازیں پڑھتے تھے، سونے رکھتے تھے۔ میں نے تم کو دیکھو کس قدر منع کیا تھا کہ تم اس معاملہ میں نہ پڑو۔ مگر تم نے میرا کمانہ مانا۔ آج اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ میں تم کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں +

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضروری گذارش

آہ حال کا پرچہ بھی کاتب صاحب کے ہمارے ہونے کے باعث دیر سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اب کاتب صاحب روضہ صحت ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز رملہ وقت پر شائع ہوا کریگا + (منبر)

کودیا باپ کو جب اطلاع ہوئی تو اس نے ملاضی کا اظہار کیا۔ اور اگر ریلی کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اب اس کے سے مطالبہ کرتے ہیں کہ چونکہ نکاح ہو چکا ہے۔ لہذا ہمارے ہاں نصیحت کر دیجاتو۔ اور باپ کہتا ہے کہ میں نے نکاح کر لیا نہیں۔ فرمائیے کہ شرع یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

ایک جواب - ہر جب باپ زندہ موجود تھا اور اس کی رضا مندی خط و کتاب کے ذریعہ سے حاصل کی جاسکتی تھی تو ایسی صورت میں باپ ولی اقرب ہے۔ اور چچا ولی اجد۔ اور

ولی اب کو ولی اقرب کے ہوتے ہوئے نکاح صغیرہ کا حق نہیں ہوتا۔ اگر وہ نکاح کر لے تو وہ نکاح فضولی قرار دیا جائے گا۔ اور ولی اقرب کی اجازت پر نفاذ نکاح موقوف ہو گا۔ لہذا چچا کا کر لیا ہوا یہ نکاح باپ کی اجازت و منظوری پر موقوف تھا۔ جب اس نے اجازت کی بجائے اظہار ناراضی کیا۔ اور ریلی کو اپنے ساتھ لے گیا تو نکاح صحیح نہ رہا۔ اور شرعاً غیر معتبر قال فی الدائم المتحاصر فلوزوج الابد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ۔ (ہامش شامی ج ۲ ص ۳۴)

غیرت اقرب کتنی ہو۔ اس کے متعلق صاحب درختا نے مسافۃ الفص لکھا ہے لیکن علامہ شامی نے طویل حاشیہ لکھ کر اور فقہاء کرام کے متعدد اقوال نقل کر کے اسکو ترجیح دی ہے، کہ اقرب اتنا دور ہو کہ اگر اسکی اجازت حاصل کی جائے اور دائے معدوم کی جائے تو پیغام نکاح لینے والا کفو اور مناسب مرد سے نکاح کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ وقال فی الذخیرۃ لا صمدانہ اذا کان فی موضع لوانتظر حضوراً واستطلاعاً سراً یہ فائت الکفوالذی حضر فالخیبة منقطعۃ والیہ اشارہ فی الکتاب اھ ج ۲ ص ۳۲۲ - اور ظاہر ہے کہ پتہ معلوم ہونے کی صورت میں کراچی سے اجازت منگوانے میں کوئی خاص

ابن زبیر کی شہاد اور انکی جیسا مبارک کے محیر العقول کارنامے

(حساس کے قلم سے)

حضرت عبداللہ بن زبیر کو آپ معمولی حیثیت کا آدمی خیال نہ کریں۔ آپ کی ہستی اسلام میں بہت بڑے درجہ کی ہستی تھی۔ اور فی الحقیقت آپ میں جو ہر قابل بھی وہ زبردست تھا جو آپ کو جس درجہ پر بھی پہنچا دیتا تھا۔ آپ کے پوچھنے والے حضرت زبیر بن عوام حقیقہ کے حواری اور مخصوص صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آنحضرتؐ نے انکو بھی جنت کی بشارت دی تھی آپ کی ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر تھیں۔ جن کو ہجرت کے وقت فاتہ النہدین کا مبارک خطاب سرکار نبوت سے عطا ہوا تھا۔ آپ کی دادی آنحضرتؐ کی بھوپھی حضرت صفیہ تھیں حضرت عائشہ آپ کی خالہ، ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ آپ کی بھوپھی تھیں۔ غرض کہ ماں اور باپ دونوں طرف سے آپ کو شرافت اور عزت و نسب کا وہ بلند مرتبہ قدرت نے عطا کیا تھا جو کم لوگوں کو ملتا ہے۔

آپ کی ولادت سے بھی عموماً تمام مسلمانوں کو بہت مسرت ہوئی تھی۔ کیونکہ مدینہ آنے کے بعد اتفاق سے مسلمانوں کی کوئی اولاد نہیں پڑی تھی۔ اور کفار نے مشورہ کر رکھا تھا کہ ہم نے اب مسلمانوں پر باد وکد دیا ہے۔ انکی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ عبداللہ بن الزبیر ہی پہلے شخص ہیں جو مدینہ میں مسک پہلے پیدا ہوئے۔ اور اپنے وجود سے کفر مدینہ کو خائب و خاسر کیا۔ چونکہ تاریخ اسلام میں عبداللہ بن الزبیر کی ہستی بہت بلند ہے پر پوچھنے والی تھی اس لئے اس بچے کے پرگوارہ ہی دیکھ کر بعض معبرین تاڑ گئے تھے کہ یہ لڑکا آگے چل کر کچھ ہوگا۔

جس طرح عموماً بچوں میں ڈر اور بڑوں کا خوف ہوتا ہے۔ وہ حضرت عبداللہ میں نہ تھا۔ اور بچوں کی ٹھکڑی آپ نے کبھی برداشت کی۔ ہمیشہ آپ تلوار سے کھیلنے اور تلوار ہی آپ کا کھلونا رہی۔ شجاعت و بہادری اور دیانت و سرداری جو آگے چل کر تاریخ کے ایک صفحہ کو رنگین کرنے والی تھی اسکے آثار بچپن ہی میں آپ کی ذات میں نمودار تھی۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی سختی اور ڈانٹ تمام لوگوں میں مشہور تھی۔ بڑے بڑے سمجھدار لوگوں کے حواس باختہ ہو جایا کرتے تھے۔ اور مشکل سے کوئی ان سے بات کر سکتا تھا۔ مگر یہ ایک ابن زبیر ہی تھے۔ کہ بچپن میں ایک مرتبہ چند لڑکوں کے ساتھ کھیل ہو رہا تھا۔ ادھر سے کہیں حضرت فاروق اعظمؓ کا گذر ہو گیا۔ تمام لڑکے اسباب کھیل چھوڑ کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ابن زبیر اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ فاروق اعظمؓ انکو تنہا دیکھ کر پوچھنے لگے۔ کیوں تم کیوں کھڑے ہو۔ فرمائے گئے۔ میں نے کوئی چوری کی تھی جو بھاگتا۔ یا جگہ مختصر تھی جو ہٹ جاتا۔ مجرم ہوں گے وہ جو بھاگ گئے۔

عبداللہ بن زبیر آنحضرتؐ کی وفات کے وقت نو دس برس کے تھے۔ اس لئے اس عند مقدس میں انکی کوئی ایسی نمایاں شان نہیں معلوم ہوتی۔ بس صرف قرائن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ چونکہ فطرۃ یہ بہت زیادہ طباع اور ضرورت سے زیادہ بہادر تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض آخری غزوات میں بغرض نماشان کا جانا معلوم ہوتا ہے۔ دیدہ دلیری اور شجاعت

شوق اور سردار بننے کی آرزو تھی۔ چنانچہ جرأت و بیباکی کے بہت عمدہ عمدہ نمونے پھین ہی میں خلق کے روبرو پیش ہو گئے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مدینہ میں چند ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ایک شخص کا ادھر سے گزر رہا تھا۔ اس نے پایا کہ بچوں کو ڈرا کر منتشر کر دوں۔ چنانچہ اسکی خوف پر سب بچے بھاگنے لگے۔ عبداللہ بن زبیر کے بھی قدم اکھڑ گئے تھے۔ مگر پھر فوراً ہی اپنے ساتھیوں کو لٹکا کر کہا، فیرا! اب آگے قدم نہ رکھنا تم لوگ مجھے اپنا سردار بناؤ۔ پھر میری سرکردگی میں اس شخص کے اوپر حملہ کر دو۔ ابھی اس کا دماغ ٹھیک ہوا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس ڈرانے والے شخص کو مار بھگا یا۔

کا اندازہ تو ہمیں سے ہو جاتا ہے کہ جب انکی عمر ۵۰ سال کی تھی تو غزوہ خندق میں میدان جنگ کا نظارہ یہ ایک اونچے ٹیلہ پر بیٹھے کر رہے تھے۔ ایسے مالک و مخاطب میں جہاں درحقیقت بڑے بڑے بوانرد انسانوں کے پتے پانی ہوتے ہیں۔ وہاں ان نازک اندام بچوں کا جانا بغرض تفریح ہی سہی، بڑی ہمت اور بڑے دل گردہ کی بات ہے۔ اور پھر یہ نہیں کہ تلواروں کی جھنکار، نیزوں کی چمک، پہلوانوں کے ہولناک گرجوں دیکھ سکر خود فروہ ہو جاتے ہیں، بلکہ اس کے خلاف رادی کا بیان ہے کہ عبداللہ بھائے خود جوش میں مست ہو جاتے تھے۔ اس وقت ان کا عالم یہ تھا کہ پہلوانان قوچ جس طرح پتھر بدل رہے تھے، عبداللہ کے ہاتھ پاؤں اسی طرح حرکت میں مشغول تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ موقع آج ان کے لئے کوئی نیا موقع نہیں ہے۔

جب انکی عمر چھ برس سے گزر کر سات سال کی ہوئی تو ان کے والد حضرت زبیر بن عوام انگلی پکڑے ہوئے سرکار نبوت پناہ کی بارگاہ میں لائے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! غلام زادہ عبداللہ آیا ہے۔ اسکو بھی بیعت سے مشرف فرمائیں آنحضرت نے ان کو اپنے ساتھ بلایا۔ جب یہ حاضر ہوئے ہیں تو آپ ان کو دیکھ کر مسکرائے۔ کیونکہ ایک چھوٹی سی عمر کا بچہ ایک چھوٹا سا نیزہ اور چھوٹی سی تلوار لئے سپاہی زادہ بنا ہوا حاضر دربار تھا۔ آنحضرت نے عبداللہ سے بیعت کی۔ اور اس عمر کا لڑکے کو بیعت کرنا وہ زبردست شرف و اعزاز بنتا جو آج سے پہلے کسی کو نہیں حاصل ہوا تھا۔

چونکہ اس بلند فطرت ہستی کو آگے چل کر نمایاں حیثیت ملنے والی تھی۔ اس لئے شروع ہی سے دوسرے بچوں کی بنسبت کے حالات بہت مختلف نظر آتے ہیں۔ فطرۃ جنگ و جدل کا

سب سے پہلی جنگ جس میں حضرت عبداللہ کو شرکت کا موقع ملا ہے وہ یرموک کا میدان تھا۔ جس میں وہ اوران کے والد دوش بدوش کھڑے لڑ رہے تھے۔ اس وقت عبداللہ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ کیونکہ ۲۲ھ میں یرموک کا واقعہ پیش آیا ہے اور ۳۲ھ میں یہ پیدا ہوئے ہیں۔ (اصحاب)

بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی انکو مخازی میں شرکت کا موقع نہ ملا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی ۳۳ھ تک ان کا کسی جنگ میں جانا نہیں ثابت ہوتا۔ البتہ ۳۳ھ کے بعد پھر ان کے ہاتھ سے تلوار نہیں جلا ہوئی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد سے لیکر شہادت کے آخری لمحات تک اس میدان جنگ میں زندگی بسر ہوئی۔

۳۳ھ میں طرابلس کا میدان حضرت عبداللہ ہی کی آزمودہ کاری اور حسن عمل سے مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر حضرت عبداللہ طرابلس میں نہ پہنچ جاتے تو موجودہ سردار لشکر حضرت عبداللہ بن ابی مرثد مدد پریشانی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ انہوں نے پہنچتے ہی اپنے ملک شگاف نعرہ اٹھ

اور چارہ ہی فوج تازہ دم، اس لئے ان کے اوپر ہشت چھا جائیگی۔ اور منٹوں میں کامیابی ہو جانے کی توقع نہ ہوگی۔ پالیمینٹ کے اسمبلی عبداللہ بن زبیر کی یہ تجویز جس وقت پیش ہوئی تو سب بلا استثنا راہ واہ کرتے ہوئے قبول کیا۔ اور دوسرے دن تعین حکم کے لئے سب ہنگ موجود ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فوج کو تقسیم کر کے ایک حصہ لشکر کو رومیوں کے مقابلہ پر بھیج دیا اور ایک حصہ لشکر کو اپنے گھینگاہ میں محفوظ رکھا۔

آفتاب غروب ہونے سے پہلے جبکہ رومی فوج بھوک اور پیاس سے چوہر ہو رہی اور دن بھر لڑتے لڑتے اپنے کیمپ میں داخل ہونے کی تدبیریں کر رہی تھی مسلمانوں کے لشکر نے اچانک اپنے قدم موڑ سکے۔ اور رومی یہ سمجھ کر کہ اب لڑائی بند ہونا چاہتی ہے، متعینار ہوا۔ ہر کیمپ میں بھلا گئے، عبداللہ بن زبیر فوج تازہ دم بقیہ فوج لیکر ننگ بوس نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں ایک کیمپ گاہ سے رومیوں پر کود پڑے۔

رومیوں کے اس اچانک فوج کے ٹوٹ پڑنے سے بے حسہ حواس جاتے رہے۔ اور ابھی بھری طرح بچا ہے ہتھیار ہی نہ سنبھالنے پائے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں کا وادیا ہوا ہو گیا۔ غصہ و غیظ دیکھ کر رومی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے۔ غرضیکہ اس فتح کا سہرا عبداللہ بن زبیر ہی کے سر رہا۔

یہاں سے فارغ ہو کر دیگر حاکم میں حضرت عثمان بن کے حکم سے فوج کشی کرتے ہوئے جنگ میں طرابلس پہنچے۔ اور وہاں بھی اپنی شجاعت، بہادری اور محیر العقول کارناموں سے لشکر کو بہت کچھ فائدہ پہنچا ہے۔ اسی میں حضرت عثمان کے عہد آخر کی سازشی رکنیں شروع ہو گئیں۔ جس نے تمام عالم اسلام میں فتنہ و فساد کی ایک آگ لگا دی۔

۳۵ میں امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کا جو المناک سانحہ ہو شر باپیش آیا ہے اس میں حضرت عثمان کے

تکبیرت جو ہر اور اسکی فوج کو یہانی میں مبتلا کر دیا۔ سب لوگوں کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ شاید مدینہ سے کوئی تازہ دم فوج آگئی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے تو یہ عالم تھا کہ جو جبر نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی مرثد کا سر کاٹ کر لے آئے گا اسکو ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ اور اپنی لڑائی کے ساتھ اسکا نکاح کر دیگا۔ چنانچہ جو جبر، فوج اس انعام کی خواہش میں بڑی بے جگری کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ کر رہی تھی۔ اور حضرت عبداللہ اپنی جان کے تحفظ کے خیال سے میدان جنگ سے کنارہ کش ہو کر اپنے خیمہ میں بیٹھ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ عبداللہ بن زبیر نے چونکہ صورت حال متلاصقہ فرما کر پہلا کام تو یہ کیا کہ شہر لشکر مسلمین حضرت عبداللہ بن ابی مرثد کو میدان میں لڑنے کے لئے بلانے لگا۔ اس کے بعد فوراً لشکر میں اعلان عام دیا کہ جو شخص جو جبر شاد دم کا سر کاٹ کر لائے گا، اس کو ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ اور اسکی لڑائی بطور لوٹدی کے انعام میں دیا جائیگی۔

مسلمان لشکریوں کے کان میں اس آواز کا پڑنا تھا کہ افسوس پیروں میں گویا نے طاقت عود کر آئی۔ اور شیروں کی طرح کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگے۔

اس پر بھی جب لڑائی نہ ختم ہوئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے سردار لشکر کو یہ باتیں دی کہ اب اس طرح کب تک جنگ ہوتی رہے گی۔ لہذا کل یہ کہنا چاہیے کہ لشکر کے دو حصہ کر کے ایک حصہ کو آرام کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اور دوسرے ٹکڑے کو لوگ لیکر مقابلہ کے لئے نکلیں۔ شام کو جب رومی دن بھر لڑ کر اپنے اپنے خیموں میں واپس جاتے گئے تو ایک طرف ہمارا یہ دن کا لڑنے والا ہٹنے کا سامان کرے۔ اور دوسری طرف رومیوں کے خلاف توقع ہمارا بقیہ آدھا لشکر جو دن بھر ہمارا آرام کر چکا ہوگا نکل کر رومی لشکر پر چھا جائے۔ اسوقت فوراً وہ لوگ ہمارے چنگل سے رہائی نہ حاصل کر سکیں گے۔ اور چونکہ وہ تھکے ہوئے ہوں گے

کی شہادت کے بعد آپ کے دماغ میں ایک جداگانہ اسکیم تیار ہو رہی تھی۔ جس کا نتیجہ آج نہیں بلکہ میلادِ حسین حضرت معاویہ کے بعد عہدِ نرید میں ظاہر ہوا۔ حضرت معاویہ کے بعد جب اپنے ولی عہد کے حقوق کی بنیاد پر مشتمل میں یہ پختہ خلافت پر بیٹھا ہے تو سب سے پہلے اس کے شیر کاروں نے یہ رائے دی کہ ایک تو حضرت حسین سے فوراً بیعت لے لی جائے۔ دوسرے عبداللہ بن زبیر سے۔ ورنہ یہ لوگ عنقریب خلافت کے خلاف کوئی نوری قیام کر دیں گے۔

اگرچہ حضرت معاویہ ان دونوں کے متعلق نرید کو نہایت نرمی اور حسن خلق کی وصیت کر گئے تھے۔ لیکن کچھ تو واقعات اس وقت بہت خطرناک ہو گئے تھے۔ اور کچھ حاشیہ نشینوں کی ناواجب حرکتیں۔ جس نے نرید کو باپ کی وصیت کے خلاف ایک طرف حضرت حسین کے خلاف بیعت کے لئے احکام نافذ کئے۔ اور دوسری طرف عبداللہ بن زبیر کے متعلق بھی ولید بن عقبہ حاکم مدینہ کو تحریر کیا۔ کہ جس طرح بنے ان سے بیعت لے لی جائے۔ جس وقت ولید کے پاس یہ حکم پہنچا ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو معلوم ہوا ہے تو آپ نے فوراً مدینہ سے کوچ کر دیا۔ اور حرم میں آکر پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت حسین بھی ان کے تھوڑے روز کے بعد کوفہ کے امادات سے مکہ معظمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ان سے ملاقات کے لئے گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ آپ اگر حجاز ہی میں رہیں اور اپنی امامت کی طرف دعوت دیں تو میں بھی آپ کی بیعت کر لوں گا۔ اور حجاز کے مائے امراء و رؤسا آپ کے ہوتے ہوئے نرید کی طرف ہرگز تفرق نہوں گے۔ مگر چونکہ حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر دونوں کے دونوں ایک خیال کی تہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسلئے حضرت حسین نے انکی بات پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ اور کوفہ روانہ ہو گئے۔

محققین میں جہاں اور بہت سے نوجوانوں کے نام ملتے ہیں، وہاں حضرت عبداللہ کی بہادرانہ قوت عمل بھی قدام پر نمایاں نظر آتی ہے۔

امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد شیرازہ اسلام میں جو ایرانی پھیلیں اس کا لب لباب یہ تھا کہ تمام مسلمان چار مختلف حصوں میں منقسم ہو گئے۔

(۱) وہ گروہ جو حضرت علی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔

(۲) وہ گروہ جو شمسِ ایلہ کا قصاص لینا مقصود خیال کرتا تھا۔

(۳) وہ گروہ جو بالکل خانہ نشین ہو گیا تھا۔ نہ انکی طرف داری کرتا تھا اور نہ انکی ہمنوائی۔

(۴) وہ گروہ جو بلا امتیاز رنگ و دہ چاروں طرف مسلمانوں میں ہر ممکن طریق سے مسلح و آشتی کی تدبیروں پر عمل پیرا تھا۔ اسی سلسلہ میں جنگِ جمل کا آغاز ہو گیا۔ اور کاربشتہ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ جبرائیل کے لئے تیار ہو گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ بھی تہانہ تعین۔ بلکہ ان کے طرفدار بھی بہت بڑی شخصیت کے لوگ تھے۔ ائمہ المؤمنین کے اوٹھ کی حفاظت پر جن لوگوں کو شدید تشدد و زخم آئے تھے وہاں ہیں عبداللہ بن زبیر کا پلہ سب سے بھاری ہے۔ ختمِ جنگ کے بعد جب مقتولین و مجروحین کی فرست نیا ہوئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر کے بدن پر چالیس سے زیادہ زخم تلواروں اور تیروں کے تھے۔ اور اشتر نخعی سے دست بدست جنگ کے سلسلے میں سر کی تو شکل ہی بگڑ گئی تھی۔

یہ جنگ محض رہنماؤں کی غلط فہمی اور خطائے اجتہاد کا نتیجہ تھی۔

اس جنگ کے بعد پھر عبداللہ بن زبیر کسی خلافت کے خصوصاً طرفداروں میں نہ تھے۔ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ

بیعت کر لی۔ یزید کے جتنے عامل مدینہ میں کام کر رہے تھے، سب کو نکال باہر کر دیا۔ اور انکی جگہ اپنے اپنے عامل مقرر فرمائے۔ اس طرح گویا حضرت ابن زبیر نے حجاز میں ایک اچھی خامی معمولی سیاست اپنی قائم کر لی۔

یزید حضرت یمن کے معاملہ میں جو سیاسی اور مذہبی ٹھکر کرکھا چکا تھا۔ اور اس کے تلخ تجربہ سے اسکو جو نقصانات پہنچے تھے۔ اس کا خیال کر کے اس نے عبداللہ بن الزبیر کی سرکوبی کے لئے نوج تو روانہ کرنے کا حکم دیدیا۔ مگر چلتے چلتے سپہ سالار مسلم بن عقبہ مری کو نہ تاکید کر دی تھی کہ جانے کے ساتھ ہی مکہ پر گولہ باری نہ شروع کر دینا۔ پہلے وہاں کے لوگوں کو سمجھانا، سمجھانا۔ اگر وہ اب بھی نہ باز آئیں تو پھر۔ یہ معمولی مقابلہ کیا جاتے۔

مگر مسلم بن عقبہ اپنی فوج میں لئے آ رہا تھا اور جیسے ہی مدینہ منورہ میں آیا تو دیکھا کہ یہاں تو پہلے ہی سے لوگ آمادہ و نیار بیٹھے ہیں۔ چنانچہ آتے ہی معاملہ نے نازک صورت اختیار کر لی۔ اور نہایت ہولناک جنگ کا دورہ وائزہ کھل گیا۔ ہر مدینہ حکومت کی فوج سے پیا ہو گئے۔ اور افسوس کہ بہت سے صحابہ اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ یمن دن ننگ کابل جنگ کی چماچی جوتی رہی۔ خود سرکار کی آماجگاہ کے سامنے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے قیمتی خونوں سے اپنی تلواروں کی چما میں بجھاتے رہے۔ مدینہ اور عونت والے مجاہدوں کے گھروں کو خوب لوٹا گیا۔ اور اس بے دردی اور مظلومیت کے ساتھ مسلمان عورتوں اور بچوں کو ستایا گیا، جسکی نظیر آج تاریخی اوراق میں بہت کم نظر آتی ہے۔

یزید کی یہ فوج یہاں سے بلیکار کرتی ہوئی کہ پہنچی ابو القادح اللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر حرم محترم میں پناہ اختیار کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور شہر میں ان کی فوجیں محافظت کر رہی تھیں۔ مسلم بن عقبہ سردار لشکر یزید کا ر

عبداللہ بن زبیر حضرت حسین کے کوفہ جانے اور شہید ہونے تک بھاری سکین و اطمینان کے ساتھ حرم ہی میں محفوظ رہے۔ اور اپنی خلافت و امامت کے متعلق پوری چھپے کوششیں کرتے رہے۔ اس درمیان میں اپنی طرف لوگوں کو آمادہ کرتے اور یزید سے برا فروختہ کرنے کا موقع بھی خوب ہاتھ آیا۔ کیونکہ یزید کی فوجی قوتیں سب حضرت حسین کی طرف متوجہ تھیں۔ البتہ یزید کو عبداللہ بن الزبیر کے پروپیگنڈا کی جاسوسوں کے ذریعہ سے خبریں براہ پہنچ رہی تھیں۔ اس لئے حضرت حسین کے معاملہ سے فراغت پاتے ہی اس نے اپنی فوج کو عبداللہ بن زبیر کی طرف مبوجہ کیا۔ ابتداً چند آدمی حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے۔ اور یزید سے بیعت کرنے کے متعلق گفتگو کی۔ ابن زبیر نے ان لوگوں کو صاف یہ جواب دیدیا کہ ”میں نہ باغی ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ اپنے کو دوسرے کی غلامی میں دیدوں۔“ یزید کی فوجی اور فوجی طبیعت نے عبداللہ بن زبیر کے جس وقت یہ الفاظ سنے برہم ہو گئی۔ اور طیش میں آکر نوٹا حکم دیا کہ ایک پھر انکو صاف دیکھائے۔ اگر وہ اب بھی نہ آئیں گے تو ان کے ساتھ بھی وہی حال کیا جائیگا جو حسین بن علی کے ساتھ کیا گیا۔

چنانچہ دوبارہ جو وفد بھیجا گیا۔ اس سے عبداللہ بن زبیر صاف صاف کہہ دیا کہ یزید میرے مقابلہ میں وہ حیثیت بھی نہیں رکھتا جو آفتاب کو زردی کے ساتھ کی ہے۔ لہذا خلافت کا اگر کوئی اہل ہے تو وہ میں ہوں۔

اس وفد کی ناکامی کے ساتھ لوٹ جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن الزبیر حرم سے نکل آئے اور مدینہ طہران اپنی بیعت کی طرف لوگوں کو بلا کر شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ کی آواز پر آئے حضرت محمد بن حنفیہ اور ابن عباس کے باقی تمام لوگوں نے

میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس لئے اب انکی جگہ پاسو قوت حصین بن نمیر سپہ سالار کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ حصین نے حرم کا محاصرہ کر لیا۔ اور ہل بول قبیلے پر بڑی منجنیقیں نصب کر کے ناندکھ پر کولہ باری کرنا شروع کر دی۔ جس سے افسوس ہے کہ جبہ کرمہ کی عداوت کہ سخت صلوات ہو چکے۔

ابن زہر کی فوجیں شامی فوجوں کے حملوں کی مدافعت کر رہی تھیں۔ اور جنگ روز بروز خطرناک حد تک اختیار کرتی جا رہی تھی۔ کہ یکایک دمشق سے یزید کے مرسلے کی خبر شائع ہوتی ہے۔ یزید کی فوج میں اس خبر کے پھیلنے ہی ایک سفاکی خیر امر دوڑ گئی اور سب کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

حصین بن نمیر نے عبداللہ بن نمیر کے پاس کدوا بھیجا کہ ہم جس کے لئے لڑ رہے تھے اب چونکہ وہ خود نہیں رہا۔ اسلئے جنگ کی غنوی کر دوا و حرم کے دروازہ کھول دو تاکہ ہماری فوج طواف کعبہ کر کے واپس ہو جائے۔ حصین کو اس درخواست پر حضرت ابن زہیر نے ہاتھ روک لیا۔ اور حرم کے راستہ سے فوجیں پٹا لیں۔

شامی فوج نے مصالحت کے بعد طواف کیا اور واپس ہو گئی۔ اس درمیان میں حصین بن نمیر نے عبداللہ بن نمیر کو حلیفہ ہونے کے متعلق ایک ترسیب بنائی تھی۔ مگر دشمن کی ہر چیز بری معلوم ہوتی ہے۔ اس کے مخلصانہ مشورہ کو آنکھ نہ کھرا دیا۔

یزید کے تخت خلافت پر جو شخص وارث بن کر بیٹھا وہ یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ تھا۔ معاویہ نہایت نیک اور دیندار شخص تھا۔ بنو امیہ کی حرکات شنیعہ کی اسکا اطلاع تھی۔ ان کے بیجا ظلم سے واقف تھا۔ بہت چاہا کہ ارکان دولت باد راست پر آجائیں اور موجودہ بدعنوانیاں مٹ جائیں۔ مگر عرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مجبور ہو کر اس نے ایک روز تمام

اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے خلافت سے یہ کلمہ دست برداری دیدی کہ مجھ میں تم لوگوں کی امارت کی طاقت نہیں ہے۔

معدور ہوں۔ اور بدتمیزی سے تم پر عمر بن خطاب جیسا کوئی آدمی بھی نظر نہیں آتا۔ جسے خلیفہ بنادوں۔ اور نہ ایسے اہل شوری ہی دکھائی دیتے ہیں کہ معاطان پر چھوڑ دوں۔ لہذا اب تم اپنے ملکات میں مجھ سے زیادہ سمجھ بوجھ کی قوت ہے۔ جو چاہو کرنا چاہو رہے؟

ادھر یزید کا انتقال اور ادھر معاویہ بن زید کی دست بردار ہونا سے اموی حکومت کا قریب قریب خاتمہ ہی ہو گیا تھا۔ اور ابن زہر بھی تمام دنیائے اسلام پر مستقبل قریب ہی میں کامل و کامل امیر بنائے جانے کے نوا امیہ کے زیرک اور ہوشمند لوگ جمع ہوئے اور فوجا مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مروان بھی اس وقت مدینہ ہی میں تھا۔ اور بنو امیہ کے اور اکابر بھی سب کے سب مدینہ ہی میں تھے۔ ابن زہر حصین بن نمیر کے ساتھ ہو جاسکے اور جیسا وہ کہہ رہا تھا ملک شام

پھلے جاتے تو یقیناً تاریخ اپنا ورق الٹ دیتی۔ اور شام میں بھی ابن زہر کا پورا پورا تسلط ہو جاتا۔ مگر اب سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ مدینہ میں جو افراد بنو امیہ موجود تھے وہ سب اس قدر مرکز واد

پرست ہوئے تھے کہ خود مروان ابن زہر کے سامنے ہتھ پائی ڈال کر بیعت پر آمادہ ہو چکا تھا۔ مگر ابن زہر نے دوسری ٹھوکر اڑکھائی

جواز پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے تمام بنو امیہ کو مدینہ سے باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ جس کا ظاہری مطلب یہ تھا کہ اب یہ لوگ یہاں سے نکل کر پھر اپنے مرکز پر پہنچ جائیں۔ اور پورا اقتدار حاصل

کر کے پھر ان کے مقابلے کے لئے فوج مرتب کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بیار عبدالملک کو لئے ہوئے بنو امیہ مدینہ سے باہر نکل گئے۔ بعد میں ابن زہر نے برحسب چاہا کہ مدینہ سے باہر نکل کر انکو

قتل کر دیا جائے۔ مگر اب کیا ہو گا ہے۔ وہ یہاں سے نکلی کر اپنے تخت دمشق کی طرف بڑھ چکے تھے۔ اس طرح بنو امیہ پھر بھل گئے۔ اور مروان تخت پر بیٹھ گیا۔

مروان حسن وقت تخت خلافت پر بیٹھا ہے، بنو امیہ کے شاہی اثرات بہت کمزور پڑ چکے تھے اور خوب کافی عبداللہ بن زبیر کا اثر فاش ہو چکا تھا۔ مگر مروان نے حکومت حاصل ہوتے ہی اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ اور قلعہ پانے ہی پہلا کام اس نے یہ کیا کہ شام میں ابن زبیر کے ساتھ جس قدر بھی ہمدردی پیدا ہو گئی تھی، سب کو شہر بدر کر دیا۔ اور اس کے بعد فوج کشی کر کے تمام ممالک شام جو عبداللہ بن زبیر کے زیر نگین ہو چکے تھے، اس سر نو قبضہ میں کر لیتے۔

مصر پر بھی عبداللہ بن زبیر ہی کے طرفداروں کا قبضہ تھا۔ شام سے فراغت پا نے کے بعد اب شامی فوج کو مصر کی طرف بھیجا گیا۔ عبدالرحمن بن حجاج نے مصر کے شہر بناہ پر آکر مقابلہ کیا۔ مگر شاہی شان و شوکت کے آگے زیادہ تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ اور بہت جلد سپردا کر راستہ صاف کر دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر پھر دمشق واپس آکر عبداللہ بن زبیر کے بھائی حضرت مصعب سے ایک رٹا کا ہو گیا۔ مصعب نے اس فوج کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر پائے تخت دمشق پر دھاوا بول دیا۔ مگر شامی فوج نے آکر پھر اپنا غلبہ پیدا کر کے مصعب کو نکال دیا۔

اسی زمانہ میں مروان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور مروان کی جگہ پر اب عبدالملک قابض ہوا۔ ۱۰۵ھ میں اس کی عام بیعت کی رسم ادا کی گئی۔

اسی زمانہ میں ابن زبیر اور بنو امیہ کی سخت جھڑپیں ہوئی

دیکھ کر بنو ثقفیہ میں مختار بن عبید کے قلعہ میں حکومت کا شوق چھایا۔ اور جسے سوخ بھار کے بعد اس نے حضرت حسین کے خون کا انتقام کا بیڑا اٹھایا۔ اپنی حکومت کی ابتدا

سیٹھ مہیاں تیار کر لیں۔ کیونکہ اس نے بساط حکومت پر سیاسی چالوں کو دیکھ کر یہ منصوبہ قائم کیا تھا کہ بنو امیہ کی طرف حکومت اور خزانہ ہے۔ اور بنو امیہ کے پاس عزت اور لوگوں کے دل۔ لہذا مختار کے بیٹے جب اللہ دونوں چیزوں کے لا وہ کوئی اور اہم چیز نہ شریک ہو، وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

سب سے پہلی ہم چیز نیا ہے اسلام میں اس وقت حضرت حسین کی شہادت خیال کی جا رہی ہے۔ اور آپ کی طرف سے انتقامی جذبات پیدا کر کے ہر شخص کامیابی کے اعلیٰ مآل پر فائز ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مختار نے یہی کیا۔ قاتلان حسین کے خلاف نفرت و عقارت پیدا کر کے خدائے اہل بیت کی شکل پر عوام کے رہبرو آیا۔ جس سے عوام اور اکثر بنو ہاشم اس کے ساتھ ہو گئے۔

بنو ہاشم میں اس وقت عزت و مرتبت کے ساتھ تین آدمیوں کو بہت فروغ حاصل تھا۔ ایک حضرت محمد بن خلیفہ اور دو سرے حضرت زین العابدین تیسرے حضرت ابن عباس۔ مختار فرما فرما ان تینوں سے ملا۔ مگر چونکہ صرف امام زین العابدین مختار کے اصل مقصد کی نہ تھے۔ چنانچہ گئے اس لئے وہ تو اس کے ساتھ نہیں ہوئے۔ بلکہ ابن عباس اور محمد بن خلیفہ نے ابن زبیر کے مقتدرانہ اثرات کو خطرناک سمجھ کر مختار کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں حضرات کے نام سے اس نے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور خوب لوگوں کو ابھارا۔ اور رفتہ رفتہ عراق پر مختار پوری طرح قابض و متصرف ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زبیر نے محمد بن مسلمہ اور ان کے رفقاء کو زرم میں قید کر دیا۔ مگر مختار نے حقیقت

کو جس قدر بھی راستہ ملتا جاتا تھا، مختار کے پاسے تخت کو فہ کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کو فہ کی سرحدوں پر مصعب کے سوار پہنچ گئے۔ مختار دور سے بیٹھا ہوا جنگ کا یہ بگڑتا ہوا نقشہ دیکھ رہا تھا۔ فوراً فوج تیار کر کے خود آگاہ روکنا چاہا۔ مگر باوجود تازہ فوج لانے کے مختار تاب مقاومت نہ لاسکا۔ اور دارالامارۃ میں قلعہ بند ہو گیا۔

مصعب نے چالیس روز کامل محاصرہ جاری رکھا۔ چونکہ مختار کے پاس سامان رسد ختم ہو چکا تھا۔ اور شہر والے بہت خطرناک حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لئے اسکو پھر آفری ہمت کر کے نکلنا پڑا۔ مگر ایک مدت لڑتے ہوئے گزر جانے کے باعث بہت کمزور ہو کر حین میدان میں مختار کو چھوڑ کر قصر الامارہ کی طرف بھاگ گئے۔ مختار بھی یہ رنگ دیکھ کر پلا۔ مگر دروازہ تک پہنچنے پہنچتے اسکی فوج کا ریلے تماشہ اس میں داخل ہو رہا تھا۔ اور ادھر مصعب بن زبیر کے ہمارے سپاہی اس کا قہقہہ کرتے ہوئے دارالامارۃ کو مہار کر دینے کے خیال میں بڑھے چلے آ رہے تھے۔ مختار کو چند آدمیوں کے جھرمٹ میں ادھر ادھر چھپتا دیکھا تو وہ نوجوان خنیفی جھپٹ پڑے۔ اور اس کے قتل ہوتے ہی فوج میں عام اضطراب پھیل گیا۔ اور مصعب نے سراسر راحت ختم کر دیا۔

مختار کا محرکہ سر ہو جانے کے بعد اب سب سے بڑی مصم غوامیہ کی تھی۔ اس زمانہ میں عبدالملک سرمد آرائے خلافت نے عبداللہ بن زبیر کی بڑھتی ہوئی طاقت کا اندازہ کر کے اپنے ارکان دولت کو جمع کیا۔ حالات سنائے اور بتایا کہ اگر بن زبیر کی طرف جلد توجہ نہ کی گئی تو وہ وقت دور میں سب کو غوامیہ کا وجود دنیا سے فنا ہو جائے۔ سب نے مقابلہ کی بات دی۔ اور ملے لیا کہ اپنی ساری فوجی قوت کو جمع کر لیا جائے۔ اور ایک

شیعان علی کو اپنے ساتھ لینے کے لئے محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن زبیر عباس وغیرہ کو لوکر چھوڑ لیا۔ پھر وہ قاتلان حسین سے منتقمانہ حیثیت سے فوج کشی کے لئے بڑھا۔ اور نبوی، خمرہ، حید، شمر کو قتل کر کے ان کے سر محمد بن حنیفہ کے پاس بھیج دیئے۔

مختار کی اس حرکت پر بہت سے عوام اس کے شریک کار بن گئے۔ کیونکہ خون حسین کے انتقامی جذبات عوام میں بہت ہیں۔ موبین تھے۔ یہی وجہ تھی کہ غوامیہ کے علاوہ ابن زبیر کے خلاف بھی اسکو نہر پاشی میں کافی اعادہ حاصل ہو گئی۔ اور چونکہ مختار نے اپنی اسکیموں کا مرکز کو فہ کو بنا رکھا تھا۔ اور کو فہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے اثر و اقتدار میں تھا۔ اس لئے ان کو بھی مختار کے مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا۔

تقریباً سو سال تک مختار نے بڑی ہماچی کے ساتھ دونوں کا مقابلہ کیا۔ اور ہر فریق کا قرار واقعی اس نے ایک ایک بازو توڑ دیا۔ مگر چونکہ اس نے اقتدار پانے کے بعد عربوں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا۔ اس لئے ان میں سخت اشتغال ہو رہا ہو گیا۔ اور عرب عجم میں ایک دنا کا ہو گیا۔ اور عربوں کو ایک معنی کر کے سخت ہزیمت اٹھانا پڑ گئی۔ عرب یہاں سے پسپا ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ پہنچے۔ اور اسکی سرکردگی میں رٹنے کی درخواست کی۔ مصعب نے ان کی اس آرزو پر صلب بن ابی صفرہ کو جو خوارج سے مقابلہ کر رہا تھا، ان عربوں کے ساتھ کر دیا۔ اور بعد کو خود بھی بیس ہزار جوار فوج بیکر میدان کارزار میں سوار آیا ہوئے۔ اور دونوں فوجوں میں نہایت اندر دھناک جنگ چھڑ گئی۔ محدود ہوا کی بہادر فوج نے مختار کی فوج کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور جبرہرا کی ساری فوج حملوں کی تاب نہ لا کر بیکار و مضطربانہ حالت میں منتشر ہو گئی۔ مصعب

وہ یہ کہیں گے کہ باپ کو دشمنوں کے زخموں میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ مصعب پسنکر فرماتے گئے، آجھا اگر یہی سب تو پھر میان میں جا کر یا تو دشمن کو تہ خاک کر دو، یا وہیں تم خود بھی شربت شہادت نوش کر لو۔ عیسیٰ باپ کے یہ کلمات سن کر جوش میں آئے اور تلوار لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ متواتر چار پانچ گھنٹہ تک یہ اکیلے چاروں طرف تلوار گھماتے رہے۔ اور اپنے کو بچاتے رہے۔ مگر ایک اکیلا کب تک کام کر سکتا ہے۔ ہاتھ شل ہو گئے، پیر بند ہو گئے۔ تیروں کی بارش کو ڈھال، پتہ روک سکے گئے اور گرتے ہی سردھڑ سے الگ ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عیسیٰ کے بعد اب خود مصعب کی ماری تھی۔ مگر مصعب کی چونکہ کسی زمانہ میں عبدالملک سے بہت زیادہ دوستی اور گالا بھی چھین چکی تھی۔ اسلئے اسکو اپنے ایماء سے شہید کرنا بالکل مناسب نہ محسوس ہوا۔ اور تمام اہل کائنات کے بالکل مخالف ہو کر اس نے مصعب کو امن دیدیا تھا۔ مگر شامی بھلا اپنے حریف کو اس طرح زندہ چھوڑ سکتے تھے؟ عبید اللہ بن زیاد نے ابن زبیر کے اس قوت بازو کا بھی نہایت بے دردی اور مغفلو میت کے ساتھ خستہ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب ابن زبیر کی قوت بہت پست ہو چکی تھی۔ فوج میں جدا افتراق ہوا، محاصل کی آمدنی اور جاگیروں کی مضبوطی سے علیحدہ نقصانات پیدا ہو گئے۔ اور عبدالملک اب بالکل ابن زبیر کی طرف سے مطمئن ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے پسا کام تو یہ کیا کہ ابن زبیر کے تمام بڑے بڑے کارندوں کو طعنے دے کر توڑ دیا۔ اور دوسری طرف پابینت کے مشورہ اور حجاج کے امراتہ سے اسی کی کمانڈری میں فی نقیہ

دفعہ جو کچھ ہوا ہے وہ ہو جائے۔ یا اس سرے یا اس سرے۔ چنانچہ اسی مجلس میں عبدالملک نے فرمان جاری کرنے کا حکم دیا کہ ماری ذمیں چمکے پاس آجائیں۔ اور پھر پوچھنی تنظیم کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔ مخبرین نے اس مشورہ کی فوراً مصعب کو اطلاع دی اور لکھا کہ اب آپ بھی جاگ جائیے۔ ورنہ غفریب بنو امیہ امیر المومنین عبداللہ بن زبیر کی پر سطوت حکومت و امارت کے پڑا چھ پڑا خچے اڑا دیں گے۔

مصعب اس خبر کو سنکر بجاتے اس کے کہ کچھ زیادہ ناؤ لشکر جمع کر کے مقابلہ کے لئے بڑھتے۔ جتنی فوجیں اس وقت موجود اور ساتھ تھیں، ان کا آگاہ کرنے کے لئے دیر عانت، تک بڑھ آئے۔ یہاں آکر دیکھا تو بڑے ساز و سامان، بڑے ٹھکانے ہاتھ کے ساتھ ایک جم غفیر لیکر نکلے ہیں۔ گو یامروانی یہ سمجھ کر اپنے گھروں سے اٹھے ہیں کہ اب یا ہم نہیں ہیں اور یا ابن زبیر اور ان کی فوج نہیں ہیں۔

چنانچہ مصعب اس انوہ کو دیکھ کر بہت گھبرا گئے۔ مگر چونکہ جذبہ صداقے کر نکلے تھے، اس لئے اب پیچھے ہٹنا خلاف مردانگی سمجھا۔ اور وہیں مقابلہ کے لئے فوج کو حکم دیدیا۔ لڑائی شروع ہوئی اور ایسی سخت ہوئی کہ مصعب کی فوج تیس تیس ہو گئی۔ صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے اور سب شہید ہو گئے۔ اور ان میں بھی اکثر خود حضرت مصعب کے فرزند اور بھائی برادر تھے۔

گوالدہی بھادری حضرت مصعب باوجودیکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اب یہاں سے جینا بچنا مشکل ہے مگر ایک منٹ کے لئے بھی آپ ہراساں نہ ہوئے۔ اور اپنے ہما جزادہ سے فرمایا کہ تم بھاگے پاس چلے جاؤ۔ اور عواقبوں کی ساری دغا بازی کا قصہ جا کر حسنا دو۔ مگر ما جزادہ عرض کرنے لگے۔ اے باپ میں قریش کو کیا صورت دکھاؤں گا۔

مشخص میں کلمہ کی طرف یلغار کر دی۔

ابن زبیر نے اپنا دار الخلافہ کجہ قرار دیا تھا۔ اس لئے حجاج نے صرف حاصرت پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ تحقیقوں اور آگ بھجوانے والے آلات کے ذریعہ سے حرم کی بے رحمی کا دروازہ کھولا۔ کامل تین ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ اور وہاں نہ حرم کے اندر مسلمانوں اور مجاہدوں کا خون حلال کیا جاتا رہا۔ ابن زبیر نہایت شجاع اور بہادر اور پادرسا دل بزرگ تھے۔ تیروں کی حرم میں بارش ہوتی تھی۔ اور تیرا پ کے پاس آکر گتے تھے۔ کراس غذا کے بندے نے جو صحن میں مصیلت بچھا کر نماز پڑھنا شروع کی تو کبھی ایسا نہیں ہوا جو اس قدر سے کہ نہیں کوئی حیران لگا جائے، مصیلت سے ہٹ گئے ہوں۔

سادہ فوج پر گشتہ ہو گئی۔ سامان رسد بھی لیتے۔ دنوں میں ختم ہو گیا۔ کوئی مددگار یا غمگسار باقی نہیں رہا۔ ہر چیز اپنے پوری گرائی پر پہنچ گئی۔ نیسے موقع پر ان کا قدم استقلال نہ دگمگایا۔ صاف جڑے بھی اس آڑ سے وقت میں نافرمانی پر کربستہ ہو گئے۔ جب آپ نے وقت کی نزاکت پر غور کیا تو اپنے والد ماجد حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب لکھ کر سے محروم ہو گئی تھیں۔ اور عمر شریف بھی سو سے متجاوز ہو چکی تھی۔ سے مشورہ کیا۔ بہادر باپ کی بیٹی نے اپنے بہادر بیٹے کو بھی بہادر ہی کا سبق دیا اور حکم دیا کہ لے زبیر کے فرزند لے میرے نور نظر! اگر تم اپنے حق پر خیال کرتے ہو تو ہرگز نہ دبو۔ اور اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے کرتے مر جاؤ دین اسلام اور شرع محمدی پر اپنے کو قربان کر دو۔ تم ہرگز جمعیت کی غلطی اور مومنتوں کی بے وفائی اور لڑکوں کی نافرمانی کا مطلق خیال نہ کرو۔ جان دینا حق کے راستہ میں یہی شیوہ ہے۔ نیکیوں اور دینداروں کا۔ غور فرمکہ مارے اجالت جنگ لیکر میت اللہ میں حاضر ہوئے۔ اور جہاں خدا کے والہ العزم ہیوں

کا گد نہیں جھکتی۔ یہی میں اس زمین عرش پناہ پر سجدہ شکر ادا کر کے فوجی لباس زیب تن کیا۔ درہم تک تو مقابلہ کرتے رہے مگر کہاں شامی فوج اور کہاں یہ تھے۔

تنہا ابن الزبیر اڑتے اڑتے تنگ کر چکے ہوئے۔ لیکن اس تنہائی پر بھی شامی فوج پر ابن زبیر کی دھمک جیسی ہوتی تھی۔ ایک اشائے پر ساری فوج منتشر ہو جاتی تھی۔ حجاج قلب شکر سے بیٹھا ہوا ابن زبیر کی بے جگری کا محاسبہ کر رہا تھا۔ کہ ابن زبیر تلوار ہلاتے ہوئے جس طرف ہو کر نکل جائے۔ ابن زبیر فوج بادل کی طرح پھٹ کر راستہ صاف کر دیتی ہے۔ اور خود اپنی فوج کو لیکر بڑھا۔ اور ہر چند چاہا کہ ابن زبیر کا غلبہ راہ شہید ہو جائے، مگر ابن زبیر کے پاس تنگ کوئی پہنچنے کی ہمت نہ کر سکا۔ ابن زبیر حجاج کی افواج کی طرف بھی بڑھے۔ اور پہلے کی طرح اس فوج کو بھی منتشر کر کے نماز ظہر ادا کرنے کے لئے بیت اللہ میں داخل ہو گئے۔ مگر افسوس نماز سے فراغت کے بعد اپنے محافظ علیہ راہ کو بھی شہید پایا۔ اور اب بغیر علیہ راہ کے نہ ٹاپڑا۔ باوجود ان تمام باتوں کے پھر بھی آپ ہر اسانہ نوئے۔ اور شہادت گاہ میں تلوار لے کر بھانڈ پڑے۔ بدن تمام زخموں سے چور ہو چکا تھا۔ ایک شامی بدھیب نے دور پر بیٹھ کر تیرہ گمان جوڑ کر اپنے ناپاک ہاتھوں کو جنبش دی۔ اور تیر نکل کر سر مبارک کو لہولہان کر دیا۔ خون کے فوارے داغ سے چھوٹ نکلے۔ اور تمام کپڑے ہو گئے۔ مگر اللہ ہی بہادر ہی اس پر بھی ہمت نہ ہائے۔ اور یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

ولسنا علی الاعقاب ذل علی کلومنا
ولکن علی اقلنا منا لقطہ اللہ ما

رفتہ رفتہ یہ خون آنکھوں تک میں ہونچا اور قوت بنیاتی خدا کرنے لگی۔ لہئے میں ایک اور تیر آیا۔ اور حجاج کی فوج میں حواری رسول کا فرزند دہند تخت جگر، حقیقی کے نور نظر،

آخری الہام

(از ابو الخاتمہ ولانا رحیم امین صاحب کوٹلی جھنگوی خطیب جامع مسجد لوت)

(۱۳)

۵۔ قرآن پاک! تیرے اوصاف میں گرامی
قاسم ہے سب زمانہ مصری پونخواہ شامی
گنگام تیرے مشیداً قرآن مجھ پہ نامی
تو ہے پیام حق کا احمد تیرے پیاسی
جندوں کو تو نے بخشی خالق سے ہر کلامی
قریش کے سردار عقبہ نے کہا میں سب کچھ جانتا ہوں
اگر تم اجازت دو تو میں ہی جاؤں اور محمد کے کلام کو جانچوں
کیا وہ سحر ہے یا سحر۔ چنانچہ عقبہ دربار رسالت میں پہنچا
شرائط صلح قوم کی طرف سے پیش کرتا ہے۔ حضور اس
کے جواب میں سورہ فصلت کی تلاوت کرتے ہیں۔ ۱۰۰
چار ہی آیتیں پڑھی تھیں کہ عقبہ نے منہ پر
ہاتھ رکھ کر کہتا ہے قرابت کا واسطہ ختم کرو۔ عقبہ فرستا وہ
دہشت لو! اسید ما گھر پہنچا۔ مگر سے کئی دن باہر نہ نکلا
بالآخر ابو جہل اسے گھر گیا اور کہا، عقبہ تم بھی جا کر پھسل گئے
اس نے جواب دیا تم جانتے ہو میں سب سے زیادہ دولت مند
ہوں۔ مجھ کو دولت کا پسکہ دیکر نہیں پھسلا یا جاسکتا۔ انصاف
کی بات تو یہ ہے کہ محمدؐ نے جو کلام پیش کیا ہے وہ نہ سحر
تھا نہ کھافت نہ جادو۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا۔
اس میں عذاب الہی کی دھمکی تھی۔ میں نے ان کو قرابت
کا واسطہ دیکر چپ کر لیا۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہ وہ عذاب
موجود کہیں میری قوم پر بھی نہ نازل ہو جائے۔ قرآن کریم

کی حقانیت، صداقت، فصاحت، بلاغت، قوت تاثیر
قوت دلائل، تعلیم کی دلکشی، سراپا ہدایت اس قسم کے
سمیگرہوں اوصاف میں جنگی یہ کتاب حاصل ہے۔ ہاں
اس کتاب نے صرف عقبہ ابو جہل لبید کو مبہوت نہیں
کر رکھا تھا۔ بلکہ دور رسالت کے بعد بھی جس جبر نے اس
آخری الہام کے چشمہ سے چلو بھریا پی۔ اور اس صوت
سردی کی نغمہ آرائی سے کانوں کو مافوس کیا، خواہ وہ یورپ
کا باشندہ ہو یا امریکہ کا، جرمن کا فرعون ہو یا فرانس کا
دیوتا، ہند کا برہمن ہو یا روس کا دہریہ وہ اپنے مقام پر
اسی طرح مبہوت ہوا جس طرح عقبہ، ابو جہل و لبید ہوا تھا۔
اگر دنیا کے معاند عناد کی پٹیاں دہر کر دیں اور تعصب سے
چند قدم ہٹے ہو کر اس کلام کی سادگی اور دلکش تعلیم و تقریر
و تحریر کی طرف غور کریں تو کونسا دل ہے جو آج بھی اس کی دلکش
تعلیم اور فصاحت و بلاغت کی داد نہ دے۔ کونسا دل ہے
جو اسکی صداقت کا معترف نہ ہو۔ کونسی گردن ہے جو اس
کے احسان سے خم نہ ہو۔ کونسا سر ہے جو اس آخری الہام کے
سامنے نہ جھکے۔ رفیق غار مجاہد اعظم کفار کی ایذا رسانیوں کو
سے عاجز ہو کر ہجرت حبشہ کے ارادہ سے حبشہ کی جانب روانہ
ہوئے۔ ابن دغنه رئیس مکہ انھیں راستہ میں ملا۔ وہ انھیں
یرک الخناد سے واپس لایا۔ اور کہا آج کے بعد کوئی شخص تیرے
ساتھ تعرض سے پیش نہ آئے گا۔ کفار کو کو معلوم ہوا وہ وفد

لیکھ ابن دغنے کے ہاں پونچے۔ خبردار ہم تیری پاسداری سے
تعرض نہ کریں گے۔ کیونکہ تو امان دے چکا ہے۔ مگر اتنا ضرور
انہیں کہہ دیں فلیصل سربہ فی فاس کا فیصل فیہا و
یقرب ما شاء ولا یؤذینا بل لا نستحین بہ خانما
نخشئی ان یفتن نساءنا و ابناہنا (بخاری باب الحجۃ)
یعنی اپنے گھر میں عبادت کریں، نمازوں میں چپکے چپکے جو چاہیں
پڑھیں، بلند آواز سے قرآن پڑھ کر مصیبت میں نہ ڈالیں۔
کیونکہ یہ بلند آواز سے جب قرآن پڑھتے ہیں تو ہماری عورتوں
اور بچوں پر اثر پڑتا ہے۔ ابن دغنے نے عرض کی آپ نے
چند دن اس شرط کی پاسداری کی۔ لیکن رہا نہ گیا۔ بلند آواز
سے تلاوت قرآن شروع کر دی۔ جس کا یہ اثر ہوا فیتقل علیہا
علیہ نساء المشراکین و ابناؤہم و ہم یحبون
منہ و یظنن ان الیہ (بخاری) کفار کی عورتیں اور بچے
اور بچے ان پر پروانہ باز تیار ہوتے گئے اور متاثر ہونے لگے
سو بچے کی بات تو یہ ہے کہ کفار کہ ابن دغنے کو اس بات پر
کیوں مجبور کرتے ہیں کہ رفیق رحمتہ ظل نبوت، مصدق
اول، ندیم غار، جاثار محبوب کہ دگار قرآن ضرور پڑھے،
لیکن آہستہ پڑھے۔ کیونکہ ہمارے بچوں اور عورتوں کے دل
قابو میں نہیں رہتے۔

حضرت عمر قبل از اسلام داعی اسلام کے سخت

مخالفین میں سے تھے۔ اور قریش کی جماعت کے سربراہ وہ
لوگوں میں سے تھے۔ بلکہ اوصاف کہا جاسے تو کفار کہہ کو ان
کی ہمتی پر بہت کچھ ناز تھا۔ عمر فاروق روایت کرتے ہیں
ایک رات میں حضور کو چھیڑنے کی غرض سے باہر نکلا، راستہ
میں طاقات ہوئی آپ بڑھ کر خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے۔

اور نماز شروع کر دی۔ سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کی، میں
منتار ہا۔ فقلت اعجب من تالیف ہذا القرآن فقلت

ہذا واللہ شاعر کا قالت قریش، فقہاء قرآن کے
اسلوب بیان اور نظم کلمات سے میں حیرت میں تھا دل میں
یہ کہہ رہا تھا کہ یہ شاعر ہے خدا کی قسم جیسا کہ عام قریش کا خیال
ہے۔ اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی نہ انہ لفظ
رسول کہ یمرو ما ہو بقول شاعر قلیلا ما
تؤمنون؟ ایک معزز قاصد کا لایا ہوا کلام ہے۔ اور کسی
شاعر کا کلام نہیں، مگر تم بہت ہی کم یقین لاتے ہو؟ حضرت
عمر کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ تو کاہن ہے اور یہ اس کی کلام
ہے۔ تاآن حضور نے یہ پڑھا۔ ولا یقول کاہن قلیلا
ما تذلکون، تنزیل من رب العلمین۔ ولو
تقول علینا بعض الاقاویل لاخلنا منہ بالیمین
ثم لقطحننا منہ الونین؟ اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔
مگر تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔ یہ تو پردہ دگار کا آداب ہوا
کلام ہے۔ اگر بغیر اپنی طرف سے کوئی بات گھر کر ہماری
طرف غصوب کر دیتے تو ہم ان کا دہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ
دل کاٹ دی ہوتی؟ حضرت عمر فرماتے ہیں، حضور نے
یہ سورہ آخر تک تلاوت فرمائی۔ فودع الاسلام فی
قلبی کل موقع اس دن سے اسلام میرے دل میں پوری
طرح گھر گیا؟ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۷۷)

ہر داعی حق کو دنیا ایسے جانچا کرتی ہے۔ ہر جانچنے والا
خادوق نہیں بنتا، بلکہ کئی ابوجہل بھی اس وادی میں سرگرم
نظر آتے ہیں۔ فاروق اس مقام پر اپنے دل میں اس آخری
الہام کو سحر و شہر سے متمیز کر رہا ہے۔ وہاں قدرت ان کو
الفارق بین الحق والباطل کے خطاب سے سرفراز فرما رہی
ہے۔ یہ اس عادل حقیقی کی تقسیم ہے، کوئی خادوق بن گیا
کوئی ابولہبہ و ابوسہل۔ حضرت عمر سے اول سے پہلے کار
تھے۔ اور آپ کی مخالفت میں سرگرم۔ آپ اس اثر کو دل میں

دہائے مکہ، باقاعدہ مخالفتوں اور عداوتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ لیکن مال کی گہرائیوں میں اس کلام کا اثر اور داعی حق کی صداقت گہر کر چکی تھی۔ اس معجز نما کتاب کا بلاغت بھرا تیر جگہ میں پوسٹ ہو چکا تھا۔ دوسری دفعہ جب اپنی بہن، بہنوئی سے اوراق قرآن لیکر سورتہ فلقہ کی یہ آیت تلاوت کرتے ہیں: اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاَعْبُدْنِیْ وَاتَّخِذُوا الصَّلٰوۃَ لَذِکَہِیْ۔ تو پھر دل قابو میں نہ رہا۔ صداقت کا مخفی چشمہ جس کو پہلے سے اپنی تشنہ کامی کا ذریعہ بنایا ہوا تھا، اچھل پڑا۔ بے اختیار زبان سے لا الہ الا اللہ کا ورد جاری ہوا۔

نئے دانی کے سوزِ قرابت تو ۶ دگرگوں کر دتف۔ پر عمر را (اقبال)

یہ بالآخر کیا اثر تھا اور کس کا اثر تھا کہ جو سر لیٹے چلا تھا وہ سر قریاں کر رہا ہے۔ یواس طعم کا سر لیٹے چلا تھا وہ اس الہام پر جان مار کر رہا ہے۔

انہیں قبیلہ غفار کے ممتاز ترین زبان آور، فصیح بلخ شاعر تھے۔ آنحضرت کی نبوت کا چرچا سنا تو چیپ کر مڑ گئے جب حضور کی زبان سے کچھ آیتیں سنیں تو اسی وقت واپس بھاٹی سے جا کر کہا: یقولون شاعر کا ہن سا حیرانہ سمعت قول الکھنۃ فما ہو ولقد وضعت قولہا علی اقراء اشعر فما یلتئم علی لسان احد بعدی اللہ شہر واللہ انہ لصادق وانہمہم کاذبون، وسیح مسلم، لوگ آپ کو شاعر، کاہن، جادوگر کہتے ہیں۔ لیکن میں نے کامنوں کا کلام سنا۔ کامنوں کا کلام نہیں۔ میں نے آپ کے کلام کو انواع شعر پر کہا۔ اب کوئی بے فکر کہ وہ شعر ہے۔ خدا کی قسم آپ سچے اور وہ جھوٹے ہیں۔

خداوند ہی عرب کا ایک مشہور شخص جہاڑ پھونک کا

کام کرتا تھا۔ پیسہ کہ شہر دیوانے ہو گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ آپ کے علاج کے لئے آیا۔ آپ نے مختصر سا خطبہ حمد پڑھا الحمد للہ محمد لا نستعینہ ونستغفرہ ولؤمن بہ، پڑھا۔ وہ سنکر حیران و ششدر ہو گیا۔ اور کہنے لگا: اعد علی کلماتک ھکولاء ان الفاظ کو وہ بارہ دہراؤ آپ نے اس کے اصرار پر تین دفعہ اس حمد بھرے خطبے کو دہرایا۔ وہ سنکر بولا، لقد سمعت قول الکھنۃ وقول السحرا وقول الشعراء فما سمعت مثل کلامک ھکولاء ولقد بلغن ناعوا البھارہ وسلم، میں نے کامنوں کی بولی، جادوگوں کے منتر، شاعروں کے قصائد سنے ہیں۔ لیکن تمہارا کلام کچھ اور ہی ہے۔ یہ تو محمدہ کی گہرائی تک اثر کر جائیگا اس کے بعد خداوند دولت اسلام سے مال مال ہوا۔ فقال ھات بی اللہ ابایحک علی الاسلام فبا یحہ وسلم، اس نے کہا لائے اپنا ہاتھ تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوں۔ پس بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ بزم انصار ازمت

شہنشاہ اسلام کی سرپرستی | مندرجہ ذیل حضرات سالہ شمس

- محترم مولوی محمد موسیٰ صاحب تونسہ شریف۔
- محترم محمد شفیق صاحب پرانا بھلووال۔
- محترم نصر اللہ خان صاحب پشاور۔
- محترم عنایت اللہ خان صاحب لاہور چھاوٹی۔
- محترم مستری محمد یوسف صاحب۔
- محترم عبداللہ صاحب طالب علم خانپور۔
- محترم علیم حافظ عبدالکریم صاحب۔
- محترم مولانا شمس الدین صاحب لاہور۔

حضرت ابو بکر صدیق

(مولانا غلام دستگیر صاحب فاضل)

حضرت ابو بکر کا یوم رحلت ۲۶ جمادی الآخر ہے۔ اس نے ایک یہودیہ ۲۶ فروری کو پڑا تھا۔ اسی سلسلے میں ان کے حالات کا ایک حصہ ان کے حوالہ سے لیا جاتا ہے۔

ایام جاہلیت میں آپ کا نام عبد اللہ تھا۔ جب آپ مشرک اسلام ہوئے تو رسول خدا صلعم نے آپ کا نام عبد اللہ بن ابی قریظہ کیا۔ اور یوں خانہ خدا کے بندے سے اٹھا کر خدا کا بندہ بنادیا۔

صدیق راستگو، اور عقیق دوسرے آتش دھانی سے آزاد، غضب اور ابھونکتا ہوئی۔ آپ کے کسی بیٹے کا نام نہ تھا۔ عرب بڑے بڑے جانوروں کے نام پر کنیت لیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کی کنیت بھی اسی جنت سے ابو بکر ہوئی۔

جو وہاں انشا نہ کہتے ہیں۔ چونکہ آپ بڑے عزم و استقامت والے تھے۔ حضرت اس کنیت سے مشہور ہو گئے۔

حضرت ابو بکر کا سلسلہ نسب چشتی پشت میں حضرت رسول کریم صلعم سے مرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ مرہ کے بیٹے نیم کی نسل سے ہوئے کی وجہ سے آپ بنی تیمم کہلاتے۔

رسول اللہ صلعم کی ولادت اس سال ہوئی۔ جب ابراہیم بن عبد اللہ کو گرانے کے لئے بڑھا اور نابود ہوا تھا۔ اس جلی کو عام انبیل کہتے ہیں۔ یعنی ہاتھیوں والا سال۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیل سے اڑھائی برس بعد پیدا ہوئے۔ اور رسول اللہ صلعم سے تقریباً تین برس بعد فوت ہوئے۔ دونوں ۶۳ برس عمر پائی۔ اور دفن بھی ایک ہی جگہ ہوئے۔

انہی ہی عمر پائے اور ایک مقام پر دونوں ہونے کی سعادت

حضرت فادوق کو بھی حاصل ہوئی۔ علامہ قبل مرحوم نے دو شعروں میں آپ کے مناقب بیان کر دیئے ہیں۔

آئی امیں الناس برمودئے ما آئی کلیم اول سینلئے ما ہمت او کشت امت را چوار

ثانی اسلام و غار و بدر و قمر

حضرت ابو بکر حبیب رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے، اس تقرر کے بعد جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ تمام حکمرانوں کے لئے ایک دلیل و رہنما ہے۔ اس پر اگر عمل کیا جائے تو داعی و رعایا میں کبھی شکایت پیدا نہ ہو۔ اور سب یہ تمام زندگی بسر کریں۔ اور نظام حکومت بے غلغل قائم رہے۔ خطبہ میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا،

لوگو! میں نے نہ کبھی دن کو نہ رات کو امیر بننے کی کوشش کی۔ نہ ظاہر و باطن میں اس کے لئے اللہ سے دعا کی۔ البتہ مجھے رفع فتنہ کے لئے یہ امر قبول کرنا پڑا۔ مجھے حکومت میں کچھ راحت نہیں۔ اور نہ اس کے برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ مدد کے بغیر قوت ہے۔ بلکہ میری آرزو تھی۔ کہ کوئی زیادہ طاقت والا شخص اس عہدہ کو سنبھالے۔ میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں۔ اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں بادشاہت پر چلوں تو میری مدد کرو۔ اور اگر بے راہ چلوں تو مجھے سیدھا گردو۔

لوگو! صدق امت ہے اور کذب خیانت۔ جو تم میں کمزور ہے، وہ میری نظر میں قوی ہے۔ انشاء اللہ میں اس کا حق دلا دوں گا۔ اور جو تم میں قوی ہے وہ میری نگاہ میں کمزور ہے۔ اس سے انشاء اللہ حق کے کچھ ٹوڑیں لگا۔

شمارہ
جانی
پر عام
تم میں
نا فرما
نمازی
سوکا
روی
صور
چلوں
نے
دنا کر
صلعم
کو
کی
بیاد
اجاز
تمنا
نکلتا
احکا
(۱) خ
(۲) ک
کو
جانی

نہ مارنا دہم جہاد معا کے لئے گوشہ نشین لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا (۹)۔ تمہارے پاس قسم قسم کی نعمتیں کھانے کے لئے پیش کی جائیں گی، ان کو اللہ کا نام لے کر کھا لیتا۔ (یعنی معمولی نعم کے بعد خدا کو بھول نہ جانا)۔

خاکا نام سیکھ روانہ ہو جاؤ۔ خداتم کو دشمن کے رعبے اور طاغون سے محفوظ رکھے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ جانشین رسول پاک فویوں کو کس طرح زمینی اختیار کرنے اور راجگان مال و جان تلف کرنے سے باز رکھنے کی ہدایت فرماتے ہیں کیا کسی اور بادشاہ کے منہ سے بھی فوج نہ ایسی تقین کرتے ستارچہ ایسی نرم پالیسی اور عدل و انصاف کا اکر تھا کہ تمام عربیہ آپ کا مطیع ہو گیا۔ اور بیرونی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

جب آپ نے حضرت خالد سیف اللہ کو عراق پر چڑھائی کے لئے سالاری حکما کی، تو فرمایا کہ زراحت ہمیشہ رعایا کو پریشان نہ ہونے دیا۔ انہیں امن کے ساتھ بدستور اراضی پر قابض رہنے دینا۔ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ متعاقباً ان لوگوں سے کیا جائے جو میدان میں آکر لڑیں ایک دفعہ سالار فوج نے دشمن کا سر کاٹ کر مع مبارک نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ آپ نے اسے کھا کہ ایسا پھر نہ کرنا۔ اسلحہ دینا کافی ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے رسول کریم صلعم، اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات کیں وہ بے مثال ہیں ہجرت میں آپ نے جو خدمت رسول سرانجام دی اسے فاروق اعظم اپنی تمام عبادتوں سے زیادہ پر ثواب جانتے تھے۔ مشرف باسلام ہونے کے وقت آپ کا مالی سرمایہ ہم ہزار درہم تجارت سے حاصل کر رہے تھے۔ اس سے آپ نے ۳۵ ہزار ٹونہ ہی میں اسلام پر صرف کر دیا۔ باقی

جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے۔ اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طود پر عذاب آتی نازل ہوتا ہے۔

جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہوں میری اطاعت کرو۔ اور جب میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم کو میری اطاعت نہیں کرنا چاہیے۔ اب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ خداتم پر رحم کرے؟

بہ سانی الفاظہ لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ رسول نے امت کو کتنی آزادی دے دی ہے۔ کہ اگر میں (خدا خواستہ) بے ماہ روی اختیار کروں تو میرا حکم نہ مانو۔ تم پر میری اطاعت اسی صورت میں فرض ہے کہ میں خدا اور رسول کے احکام پر چلوں۔ ورنہ نہیں۔ اس اخلاص میں جس کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے خلیفہ رسول کے حکم سے جان توڑ مقابلہ کیا۔ اور ظلموں کو دنا کر دم لیا۔

سلطنت روم کے مقابلہ کے لئے آپ نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق حضرت اسماعیل بن زید غلام نادر کو سالار فوج بنایا۔ تو قریشیوں کا قومی غرور مٹانے اور غلاموں کی شان بڑھانے کے لئے اسماعیل کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور خود پیادہ اسے رخصت کرتے کے لئے روانہ ہوئے۔ اسے پیادہ سوار اجازت نہ دی۔ اور فرمایا کہ تم راہ خدا میں جہاد کرنے چلے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ چل کر اپنے قدم خاک آلودہ کر لوں تو میری شان نہیں ٹھٹھکتی پھر غازیوں کے درجے بیان فرمائے۔ اور فوج کو چند احکام دیجئے۔

(۱) خیانت نہ کرنا۔ (۲) دھوکہ نہ دینا۔ (۳) سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ (۴) کسی شخص کے اعضاء نہ کاٹنا۔ (۵) کسی بچے کو مارنا یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ (۶) کھجور یا کوئی میوہ دار درخت نہ کاٹنا۔ نہ جلا نا۔ (۷) بگڑی ہلکانے یا اونٹ کو غذا کی ضرورت کے سوا

مسلمانوں کی عبادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا اور نماز پڑھانا اور خود جا کر مٹھا ہون کو ضروریات معلوم کر کے دیا کرنا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔

مدینہ کے آخری صرے پر ایک امی ہی بڑھیا رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ اس کی خدمت کو ملے تشریف لے جاتے تو معلوم ہوتا کہ ان سے پہلے کوئی اور یہ فرض ادا کر گیا ہے۔ ایک دن بعد چلے آکر معلوم کیا کہ وہ شخص صدیق اکبرؓ ہے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب صدیقی محمد خلافت تھا۔

اسلام نے جو مساوات کی روح پیدا کی تھی۔ وہ آپؐ میں بدرجہ اولیٰ موجود تھی۔ بیت المال کی آمدنی مساوی طور پر جوانوں اور بوڑھوں میں بلا تمیز زن و مرد تقسیم فرمائی تھی۔ آپؐ کا قول تھا کہ تم سے کوئی شخص مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ اس لئے کہ چھوٹے سے چھوٹا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

ایک مرتبہ مجمع میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے اگر کہا۔ السلام علیکم خلیفہ رسول اللہؐ آپؐ نے سن کر کہا۔ تمام مجمع میں مخصوص بیت کے ساتھ مجھے کیوں سلام کیا؟ دوران خلافت میں جب پہلی دفعہ اگلے حجرہ کیلئے مکہ گئے۔ تو لوگ آپؐ کے پیچھے چلنے لگے۔ آپؐ نے سب کو علیحدہ کر دیا۔ اور کہا اپنی اپنی راہ چلو۔ تمہارے ایسا کرنے سے مساوات میں فرق آتا ہے۔ اور پیغمبرؐ میں تکبر پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

آپؐ کے عام مسلمانوں جیسا لباس پہننے کا یہ اثر تھا۔ کہ جب فرما کر دوائے بن و الکلاع خمیر عینہ حاضر ہوا۔ تو اس کے سر پر چاہر نگار تاج تھا۔ دین پر شک و شبہ نہ تھی۔ مگر میں طلائی پیشی تھی۔ ہر اہی بھی ندنی برق لباس

پچھترار وقت ہجرت مدینہ ساتھ لے گئے۔ اور وہ بھی اسی راہ میں خرچ کر دیئے۔ وقت وفات ایک پیسہ بھی پاس نہ تھا۔ اولاد کو وصیت کی کہ میرے لئے کفن نئے کپڑوں کا نہ بنانا۔ بلکہ مستعمل چادروں ہی کو دھو کر استعمال میں لانا۔ کیونکہ نئے پادچات زعمدوں کے لئے نادر آمد ہیں۔ مردوں کا تن ڈھانکنے کے لئے پرانے ہی کافی ہیں۔

غزوہ تبوک کی تیاری کے وقت آپؐ نے جو کچھ پاس تھا، خدمت نبویؐ میں جا ضریکھا۔ اس ایشار کا ذکر علامہ اقبال مرحوم نے ایک نظم میں کیا ہے۔ جس کا آخری شعر ہے

پرانے کو چراغ ہے بلب کو بھولیں بس
مدینہ کے لئے ہے خدا کا رنگول بس

تجارت کے لئے کپڑے پیسے کہ بنانا میں نکلے تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اب آپؐ کی ذمہ داری اور مشاغل بڑھ گئے ہیں۔ بیت المال سے روپیہ نہ ترو کر لیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک قلیل رقم منظور کر لی۔ اس رقم کا اعزاز اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک دن آپؐ کے اہل بیت نے کوئی ملکی چیز کھانے کی فرمائش کی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں۔ انہوں نے اس کے لئے چند پیسے جوڑ لئے۔ اور آپؐ کی خدمت میں پیش کر کے شیرینی لانے کو کہا۔ آپؐ نے وہ رقم بیت المال میں داخل کر دی۔ اور اسی قدر اپنا وظیفہ کم کر دیا۔ کہ ہمارا گزارہ اس کمی کے باوجود ہو سکتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ اپنا کام خود کرتے رہے۔ بکریاں پڑانا، دودھ دوہنا بلکہ بچیوں کو بھی دودھ کر کے دینا آپؐ کا معمول رہا۔ عہد خلافت سنبھال کر بھی آپؐ نے اپنی سادہ معیشت میں فرق نہیں آنے دیا۔

دعمر کا طریقہ اختیار کرو۔ جنہوں نے سلطنت کا فرماں روا ہونے کے باوجود درویشانہ زندگی بسر کی۔ اور ایسی حکومت کی بنا ڈالی جو صدیوں تک قائم رہی۔

حضرت ابو بکر صدیق کو جب مرض موت لاحق ہوا تو آپ کو اپنے جانشین کی فسرہ ہوئی۔ نظر انتخاب حضرت عمرؓ پر پڑی۔ مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ بعض نے ان کی سخت مزاجی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: وہ میری نرم خوئی کی وجہ سے سخت گیر ہیں۔ جب ابو بکر سر پر پڑیگا۔ تو اعتدال پر آجائیں گے۔ میں نے مسلمانوں

کی بھلائی کے لئے انہیں چنا ہے۔ اگر اللہ مجھ سے پوچھے گا تو میں کہوں گا کہ میرے قیاس میں جو بہتر شخص تھا۔ میں نے مقرر کر دیا۔ تگے مسلمانوں کا تو مالک ہے۔ چنانچہ سب نے بطیب خاطر فاروق اعظم کی بیعت کر لی۔ اور ان کی خسلت امت ایسی کامیاب ہوئی کہ مسلمان قیصر کسریٰ کی سلطنتوں کے مالک بن گئے۔

اور اسلام کا دنیا کا چارہ دانگ عالم میں بکھریا۔ یہ واضح ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے فرزندوں میں عبدالرحمنؓ جیسے لائق صحابی بھی تھے۔ مگر آپ نے قربت پر زیادہ لائق ہستی کو ترجیح دی۔ اور آپ کا اخلاص بروئے کار آیا۔ اور اسلامی ترقی کا موجب بنا۔

حضرت صدیق کبر کا مفصل ذکر ایک صحبت میں مکمل نہیں ہو سکتا۔ میں نے ان کے فضائل جو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت ہیں، بیان نہیں کئے۔ صرف وہ باتیں کہی ہیں جو ہمارے حکمران طبقہ کے لئے غریبوں سے حسن سلوک اور انہماق سے پیش آنے میں رہنما ہو سکتی ہیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی ۛ

چنے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ رسولؐ کی پوشاک دو کیر داڑھی کی چادر میں ہیں۔ ایک باندھی ہوئی اور وہ سر پر اوڑھی ہوئی تو ذوالکلاع نے بھی لباس شاہی چھوڑ کر گودڑی پہن لی۔ اور چڑے کی پٹلی زیب کر لی۔ ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہا کہ سلامی اٹھنے سے فائدہ تکلفات کو برطرف اور بے لطف کر دیا۔ صدیق کبرؓ کے عند خلافت میں غزوانہ پر کوئی پرہ نہ تھا۔ صرف قفل لگاتھا۔ اور کبھی قفل شکنی کی واردات نہ ہوئی۔

قاضی حضرت عمرؓ سے لوگوں کی صلح و صفائی کا یہ عالم تھا کہ سال بھر کوئی مقدمہ فیصلے کے لئے نہ آیا۔ خط و کتابت کا کام حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد تھا۔ اور یہ سب اصحاب بلا معاوضہ کام کرتے تھے۔ اور قومی اور دینی کاموں کیلئے اجرت لینا برا جانتے تھے۔

سر ولیم میور کی کتاب "عروج و زوال خلافت" میں حضرت ابو بکرؓ کا حال پڑھو۔ کہ ان کو رسول اللہ صلعمؐ کی رحلت کے بعد کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یانچین زکوٰۃ، مرتدین، جھوٹے نبی، دشمن سلاطین سب ہی ہزاروں لاکھوں کی جمعیت ہے اس کی بیخ کنی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ابو بکر صدیقؓ نے عزم و استقلال، دینداری اور اخلاص سے سب کا مقابلہ کیا۔ اور اسلام خطرے سے نکل گیا۔ میور صاحب لکھتے ہیں کہ جس نبی کا ایسا مخلص، بے لوث انسان بیرو ہو، اسے سچا ماننے کے لئے طبیعت نائل ہو جاتی ہے۔

ہا تھا گاندھی نے کانگریسی حکومت کو تلقین کی تھی کہ اگر تم حکومت میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ابو بکرؓ

ممملکت

(مولوی محمد عظیم صاحب دہلوی)

اعضاء کا بگاڑ ہے۔

انسان سے جو اہل سرزد ہوتے ہیں وہ دو قسم ہیں۔ اضطرابی اور اختیاری۔ اضطرابی وہ ہوتے ہیں جو بغیر دل کے ارادہ کے سرزد ہو جاتیں۔ ایسے اعمال پر شرعاً گرفت نہیں۔ اور اختیاری وہ ہوتے ہیں جو دل کے ارادہ سے کئے جاتیں۔ انہی پر انسان کی صلاح و بہبودی کا انحصار ہے۔

یاد رکھو کہ پاک اور صحیح افعال دل سے جو اعمال بھی پیدا ہوں گے وہ یقیناً نیک ہوں گے۔ اور اخلاق کی بلند یوں پر پہنچانے والے ہوں گے۔ دل کی صفائی سے ہی تمام عقائد و اعمال اور بدن کی صفائی ہوتی ہے۔

گوتم با اخلاق انسان، کامل مومن اور صحیح مضمون میں بننا چاہتے ہو تو اعمال کی پاکیزگی سے پہلے دل کی صفائی کا خیال کرو۔ اگر دل ناپاک اور پھسپھت سے آلودہ رہیگا تو ناپاک دل سے ہمیشہ ناپاک اعمال ہی سرزد ہوں گے۔ نیک اور با اخلاق زندگی بسر کرنے کیلئے باطن کی پاکیزگی شرط اول ہے۔

پروردگار ہمیں دل کی صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

جیسے ملک کے انتظام کے لئے ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ اور وہ تمام ملک پر کار فرما ہوتا ہے، اسی طرح جسم کا بادشاہ دل ہے۔ اور تمام جسمانی انتظام اور اعضاء کی نقل و حرکت سب اسی کے ماتحت ہے۔

جب بادشاہ نیک اور عادل ہو تو اس کی رعیت بھی نیک اور عادل ہوتی ہے۔ اور اگر بادشاہ بد اور ظالم ہو تو اس کی رعیت بھی بد اور ظالم ہوتی ہے۔

پناہیچہ مشعل مشہور ہے، الناس علیٰ دین ملوکھم ملوک۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں۔

اگر جسم کا بادشاہ دل درست ہو جائے تو تمام اعمال درست ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سب جسم درست ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ ٹکڑا جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

پس دل کی حفاظت اور درستی تمام اعضاء کی حفاظت اور درستی ہے۔ اور دل کا بگاڑ تمام

اَضْبَاعِ عَالَم



ملتان ڈوئین میں آب پانی کی دکانیں

آج سرکاری طور پر معلوم ہوا ہے کہ پنجاب نے موجودہ مالی سال کے دوران میں ملتان ڈوئین کی پانی کی بہم رسانی کی دو مزیاسیکی میں منظور کی ہیں۔ یہ منصوبے علی پور (مظفر گڑھ) اور۔ پیالہ (نورد رشتی) کے شہروں میں پمپا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ حقیر یہ ان پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

ان سکیموں کے تحت ہر شہر میں بیس ہزار گین پانی کا ذخیرہ بنایا جائیگا۔ حکومت نے اس مقصد کے لئے ستر ہزار روپے کی رقم منظور کی ہے۔ (ا، پ، پ)
بارش میں ریڈیائی لہروں کا اثر ہر گز نہ کلے۔ کل بیاں بارش کے ساتھ ریڈیائی لہروں کی بارش بھی ہوئی۔

گلٹہ کے ماہرین نے بتایا ہے کہ ریڈیائی لہروں کا اثر بہت کم تھا۔ اداس سے نباتات یا انسانی جان کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ (د، پ)

المونیم کی عمارت : لندن (ریڈیو سے) المونیم جو ایک نئی قسم کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ جسے ایشیائی ملکوں میں منتقل طور پر نصب کر کے رہنے کے لئے کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ عمارت برطانوی تجارتی میلے میں جو بغداد میں ۵ اکتوبر سے ۸ نومبر تک منعقد ہو رہا ہے، نمائش کے لئے پیش ہوگی۔ اس عمارت کے مختلف حصوں کو بڑی آسانی سے علیحدہ علیحدہ کر کے انہیں اس طرح بانڈھا جاسکتا ہے کہ کرایہ بھی کم خرچ ہو۔ اس کے مختلف حصوں

کو یکجا جوڑنے کے لئے کسی ماہر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ ایک عام آدمی اسے جوڑ سکتا ہے۔ یہ کھوئے جانے والے موجودہ مالی سال میں مزید ۵۰۰ ڈاکٹرنے کھوئے جانے والے سال کراچی، حکومت ڈاک ڈنار نے فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ مالی سال میں ایک ہزار افراد کی آبادی والے گاؤں میں مزید ۵۰۰ ڈاکٹرنے کھوئے جائیں۔

ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ اس اسکیم کے تحت حکومت نے پچھلے سال ملک میں ۶۰۶ ڈاکٹرنے کھوئے تھے۔

(د، پ)
امریکہ میں خود کار توپ : امریکا، کیم جون، امریکی فضائیہ کے ۵۴۶ طیارے میں ایک ایسی توپ لگائی گئی ہے۔ جو اندھیرے اور دھند میں بھی توپچی کے بغیر خود ہی نشانے پر گولہ باری کرتی ہے۔ چھ جیٹ انجنوں والا یہ بمبار طیارہ ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر سکتا ہے۔ توپچی کی جگہ برقی آلات کام کرتے ہیں۔ اور وارڈ کی آنچہ دشمن طیاروں کی آمد کا پتہ دینی رہتی ہے۔ اور جب دشمن توپ کی آد میں آجاتا ہے تو وہ خود بخود دھشت لیکر فائر کرنے لگتی ہے۔

(د، پ)
حج کیلئے سائیکلوں پر : کوئٹہ۔ معلوم ہوا ہے کہ جو توجان مسلمانوں کی ایک جماعت کے سائیکلوں پر اس سال حج کیلئے کہ خطہ جاپکی تو قع ہے۔ فی الحال کوئٹہ کے یہ توجان رہتے اور ضروری اشتغالات کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ وہ عید الفطر ۳

